العروة فی الحج و العمرة

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ سوم)

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی فون: 2439799

نام کتاب : العروة فی الحج و العمرة ''فتاویٰ حج و عمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : ذی الحجہ 1428ھ۔جنوری 2007ء

تعداد اشاعت (بار اول): 2800

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسک حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کتب فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا

اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پہلے دو حصے ماہ نومبر اور دسمبر میں شائع ہو چکے ہیں اور یہ حصہ سوم ہے جو جنوری ۲۰۰۸ء کی اشاعت میں شامل کیا جا رہا ہے، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے 165 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

فہرست مضامین

متفرق

متفرق

کیا مکہ اور منیٰ الگ الگ بستی ہیں

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا منیٰ اور مکہ مکرمہ الگ الگ بستی ہیں، دونوں جگہ اقامت کی نیت درست ہوگی یا نہیں؟ جیسے کوئی حاجی مکہ آیا اس نے پندرہ دن سے قبل مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کو روانہ ہونا ہے اور وہ مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کی اقامت کی نیت درست ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی کیونکہ اقامت کی نیت کے درست ہونے کی چند شرطیں ہیں اور اقامت کے درست ہونے کے لئے ان کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ (۱) "مجتبیٰ" سے اور ان سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ (۲) نقل کرتے ہیں:

قال فی "البحر" عن "المجتبیٰ" إنما تؤثر النیة بخمس شرائط ترك السیر، وصلاحیة الموضع، و اتحادہ و المدۃ و الاستقلال بالرأی ا ھ

یعنی، "مجتبیٰ" کے حوالے سے "البحر الرائق" میں فرمایا: نیت اقامت صرف پانچ شرائط کے ساتھ مؤثر ہوتی ہے (وہ شرائط یہ ہیں) (۱) چلنا ترک کرنا، (۲) جگہ کا اقامت کی نیت کی صلاحیت رکھنے والی ہونا، (۳) جن جگہوں میں اقامت کی نیت ہے ان کا اتحاد،

۱۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام علی هامش الدرر و الغرر، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر، ص ۱۳۲

۲۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ باب المسافر، ص ۲۳۱

(۴) مدت (یعنی کم از کم پندرہ دن رہنے کی نیت ہو)، (۵) (نیت کرنے والے کا) مستقل بالرائے ہونا۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و نیة الإقامة إنما تؤثر بخمس شرائط: ترك السیر حتی لو نوی الإقامة وهو یسیر لم یصح، و صلاحیة الموضع حتی لو نوی الإقامة فی برأ و بحرأ و جزیرة لم یصح، و اتحاد الموضع، و المدۃ و الاستقلال بالرأی ۔ هکذا فی "معراج الدرایة" (۳)

یعنی، اقامت کی نیت پانچ شرائط کے ساتھ معتبر ہوتی ہے (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ چلنا موقوف کرے پس اگر اقامت کی نیت کی اور برابر چلتا رہا تو نیت صحیح نہ ہوگی، (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مسافر جس جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر جنگل میں یا دریا میں یا جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت کرلی تو صحیح نہ ہوگی، (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ برابر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے، (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ اس کی رائے مستقل ہو۔ اسی طرح "معراج الدرایۃ" میں ہے۔

اور اقامت کی شرائط میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے، جب اس نے پندرہ دن میں دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ شرط متحقق نہ ہوئی اور وہ مقیم نہ ہوا۔ اگر ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور اس کے علم میں ہے کہ انہی پندرہ دن میں مجھے کسی اور جگہ بھی جانا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ دوسری جگہ (۱) اسی شہر میں ہے یا (۲) اس شہر کے توابع سے ہے یا (۳) الگ ایک مستقل جگہ ہے، نہ اس شہر میں ہے نہ اس کے توابع سے ہے تو پہلی صورت میں نیت اقامت درست ہو جائے گی کیونکہ شہر اپنے اطراف

۳۔ الفتاوی الهندیة، ۱/ ۱۳۹

(کناروں) کی دوری کے باوجود ایک ہی خطہ شمار ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن المصر مع تباین أطرافه کبقعة واحدة (٤)

یعنی، شہر اپنے کناروں کی دوری کے باوجود ایک خطہ کی مثل ہے۔

اور دوسری صورت میں بھی نیت اقامت درست ہوگی جیسے شہر اور قریہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور قریہ اس شہر کے تابع ہے اس طرح کہ وہ قریہ شہر کے اتنے قریب ہو کہ اس قریہ کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو اور اس صورت میں شہر اور قریہ حکماً ایک ہی جگہ شمار ہوگی چنانچہ علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ (٥) لکھتے ہیں اور ان سے قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ (٦) نقل کرتے ہیں:

و أما إذا تبع أحدهما الآخر بأن کانت قریبة من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً بنیة الإقامة فیهما، فیتم بدخول أحدهما لأنهما فی الحکم کموضع واحد، کذا فی "التحفة" ۔ و اللفظ للدرر

یعنی، مگر جب ایک دوسرے کے تابع ہو اس طرح کہ وہ شہر سے اتنا قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو تو مسافر ایسی دو جگہوں کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، پس وہ دونوں میں سے کسی بھی ایک میں جانے سے پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ دونوں جگہیں حکم میں مثل ایک جگہ کے ہیں، اس طرح "تحفہ" میں ہے۔

اور علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (٧) لکھتے ہیں اور ان سے فقیہ

٤۔ الهدایة، المجلد (٣۔٤)، کتاب المضاربة، ص ٢٢٨

٥۔ (تحفة الفقهاء، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٧٦

٦۔ درر الحکام شرح غرر الأحکام، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٣

٧۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٥١٣

عبد الرحمن بن سلیمان شیخ زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ (٨) نقل کرتے ہیں:

و إن کان أحدهما تبعاً لآخر بأن کانت القریة قریبة من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً یُتِمّ بدخول أحدهما أیهما کان، لأنهما فی الحکم کموطن واحد ۔ اللفظ "للتبیین"

یعنی، اگر دو جگہوں میں سے ایک دوسری کے تابع ہو اس طرح کہ دوسری جگہ شہر سے قریب ہو اس حیثیت سے کہ اس جگہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو تو وہ دونوں میں سے کسی ایک موضع میں داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک جگہ کی مثل ہیں۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

أما إذا تبع أحدهما الآخر کقریة قریبة من المصر بحیث تجب الجمعة علی ساکنها، فإنه یصیر مقیماً بدخول أیهما کان للاتحاد حکماً (٩)

یعنی، مگر جب ایک جگہ دوسری جگہ کے تابع ہو شہر کے قریب قریہ کی مثل اس حیثیت سے کہ اس قریہ کے رہنے والے پر جمعہ واجب ہو پس وہ دونوں مواضع میں اتحاد کی وجہ سے جس میں بھی داخل ہوگا مقیم ہو جائے گا۔

اور قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنا قریب ہو کہ اذان اس قریہ میں سنائی دے، یہی اکثر ائمہ کا قول ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ نقل کرتے ہیں:

مگر اکثر ائمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے (١٠)

٨۔ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤٠

٩۔ الدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش مجمع الأنهر، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٤١

١٠۔ بہار شریعت، حصہ (٤)، جمعہ کا بیان، ص ٣١١

اور فقہاء کرام نے ایک جگہ کے دوسری کے تابع ہونے کے لئے یہ بھی کہا کہ دونوں میں جگہیں مستقل حصہ ہوں گی تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی چنانچہ علامہ علاؤ الدین ابو منصور بن محمد بن احمد سمرقندی متوفی ۵۳۹/۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

فأما إذا نوى إقامة خمسة عشر يوماً في موضعين، فإن كل واحد منهما أصلاً بنفسه فلا يكون أحدهما تبعاً للآخر، فإن نوى أن يقيم بمكة و منى فإنه لا يصير مقيماً (۱۱)

یعنی، مگر جب دو جگہوں پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی پھر دونوں جگہوں میں سے ہر جگہ اصل حصہ ہے تو ایک جگہ دوسری کے تابع نہ ہوگی۔ پس اگر مکہ اور منیٰ میں (معاً) اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اور منیٰ مکہ مکرمہ کے تابع نہیں ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى بموضعين ليس أحدهما تبعاً للآخر كمكة و منى لا يصير مقيماً (۱۲)

یعنی، اور اگر ایسی دو جگہوں کی نیت کی جن میں سے ایک دوسری جگہ کے تابع نہیں ہے جیسے مکہ اور منیٰ (کہ منیٰ مکہ کے تابع نہیں ہے تو ایسی صورت میں) مقیم نہ ہوگا۔

اور تیسری صورت میں پندرہ دن اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کیونکہ اقامت کی نیت وہی معتبر ہوتی ہے جو ایک جگہ پر ہو چاہے وہ جگہ حقیقتاً ایک ہو یا حکماً، چنانچہ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

و قال: لأن نية الإقامة ما يكون في موضع واحد فإن الإقامة ضد السفر، و الانتقال من الأرض إلى الأرض يكون ضرباً في الأرض، و لا يكون إقامة، لو جوّزنا نية الإقامة في موضعين

۱۱۔ تحفة الفقهاء أصل بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۷۵

۱۲۔ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/ ۱۶۲

جوّزنا فيما زاد على ذلك فيؤدي إلى القول بأن السفر لا يتحقق (۱۳)

یعنی، فرمایا کیونکہ نیت اقامت وہ (معتبر) ہوتی ہے جو ایک جگہ میں ہو، اور اقامت سفر کی ضد ہے اور ایک زمین سے دوسری کی طرف منتقل ہونا زمین میں سفر کرنا ہوتا ہے، اقامت نہیں ہوتی اور اگر دو جگہ (معاً) اقامت کی نیت جائز قرار دے دیں تو دو سے زائد جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت جائز ہو جائے گی پھر کہنا پڑے گا کہ سفر متحقق ہوتا ہی نہیں۔

اس لئے فقہاء کرام نے فرمایا کہ دو جگہ اقامت کی نیت صحیح نہیں، چنانچہ علامہ عبد اللہ بن محمود الموصلی الحنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو نوى أن يقيم بموضعين لا يصح (۱٤)

یعنی، اگر نیت کی کہ وہ اقامت کرے گا دو جگہوں پر تو اس کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا اس صورت میں وہ قصر کرے گا چنانچہ تاج الشریعہ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى مدتها بموضعين (۱۵)

یعنی، قصر کرے گا اگر مدتِ اقامت کی مقدار دو جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور اس کے تحت صدر الشریعہ امام عبید اللہ بن مسعود المحبوبی لکھتے ہیں:

أي يقصر الجماعة المذكورون إن نوى الإقامة نصف شهر، لأنهم لم يصيروا مقيمين بنية الإقامة (۱٦)

یعنی، قصر کرے گی مذکورہ جماعت اگرچہ انہوں نے پندرہ دن رہنے کی نیت کی ہو کیونکہ یہ لوگ اقامت کی نیت کرنے سے مقیم نہ ہوئے۔

۱۳۔ البناية: ۳/ ۲٤

۱٤۔ المختار مع شرحه للمصنف، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۰۷

۱۵۔ وقاية الرواية، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر

۱٦۔ شرح الوقاية المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۳۵

علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

ولو نوی الإقامة بموضعين خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً (۱۷)

یعنی، اگر دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا۔

اورعلامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

لو نوی خمسة عشر يوماً لكن بموضعين لا يصير مقيماً (۱۸)

یعنی، اگر چہ اس نے پندرہ دن دو جگہ رہنے کی نیت کی تو وہ مقیم نہ ہوگا۔

دو مختلف جگہوں سے مراد ایسی دو جگہیں ہیں جو دونوں مستقل اور اصل بنفسہ ہوں، چنانچہ قاضی محمد بن فرامور الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

إن نوی فی أقل منه أو فيه بموضعين مستقلين (۱۹)

یعنی، قصر کرے گا اگر پندرہ دن سے کم کی نیت کی یا پندرہ دن میں دو مستقل جگہ رہنے کی نیت کی۔

اور منیٰ شہر مکہ مکرمہ سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و منی خارج مكة من الجانب الشرقي تميل إلى الجنوب قليلاً (۲۰)

یعنی، منیٰ مکہ معظمہ سے خارج تھوڑا سا مائل بجنوب مشرق کی جانب ہے۔

اور مکہ مکرمہ اور منیٰ ایک شہر نہیں، دونوں الگ الگ ہیں، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

قلت: أرأيت الرجل إذا خرج من الكوفة إلى مكة و منى و هو

۱۷۔ خلاصة الفتاوى، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۹۹

۱۸۔ غنية المستملى، فصل فى صلاة المسافر، ص۵۳۹

۱۹۔ غرر الأحكام مع شرحه للمصنف: ۱/۱۳۳

۲۰۔ إثارة الترغيب و التشويق، القسم الأول، الفصل الخامس و الخمسون، ص۳۰۲

يريد أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً أيكمل الصلاة حين يدخل مكة؟ قال: لا، قلتُ: لِمَ؟ قال: لأنه لا يريد أن يقيم بمكة وحدها خمسة عشر يوماً، قلت: و لا تعد بمكة و منى مصراً واحداً؟ قال: لا (۲۱)

یعنی، میں نے عرض کی: مجھے بتایئے کہ ایک شخص کوفہ سے مکہ اور منیٰ کو نکلا اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن قیام کرے گا جب وہ مکہ میں آئے تو کیا پوری نماز پڑھے گا؟ فرمایا: نہیں، میں نے عرض کیا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس نے تنہا مکہ میں پندرہ دن اقامت کا ارادہ نہیں کیا، میں نے عرض کی: کیا آپ مکہ اور منیٰ کو ایک شہر شمار کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

لہٰذا جس شخص نے پندرہ دن رہنے کا ارادہ کیا اور اس کی نیت یہ ہے کہ وہ پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں رہے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور نمازوں میں قصر کرے گا۔

صورت مسئولہ کے بارے میں فقہاء کرام کی مزید تصریحات ملاحظہ ہو، چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ (۲۲) اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ (۲۳) لکھتے ہیں:

و إذا نوى المسافر أن يقيم بمكة و منى خمسة عشر يوماً لم يتم الصلاة

یعنی، جب مسافر نے مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو فرائض رباعی کو پورا نہیں پڑھے گا۔

۲۱۔ كتاب الأصل المعروف بالمبسوط، المجلد (۱)، كتاب الطهارة و الصلاة، باب صلاة المسافر، ص۲۴۸۔۲۴۹

۲۲۔ مختصر القدوری، مع التصحيح و الترجيح كتاب الصلاة باب صلاة المسافر، ص۱۸۳

۲۳۔ الهداية، المجلد (۱۔۲)، كتاب الصلاة باب صلاة المسافر، ص۸۸

اور علامہ علاؤالدین ابو منصور محمد بن احمد سمرقندی لکھتے ہیں:

فإن نوی أن یقیم بمکۃ و منی فإنہ لا یصیر مقیماً (۲٤)

یعنی، پس اگر نیت کی کہ مکہ اور منیٰ میں اقامت کرے گا تو اس نیت سے وہ مقیم نہ ہوگا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی حنفی متوفی ۹۵٦ھ لکھتے ہیں:

و لو نواھا بموضعین کمکۃ و منی لا یصیر مقیماً (۲٥)

یعنی، اگر وہ (مختلف) جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی جیسے مکہ معظمہ اور منیٰ تو مقیم نہ ہوگا۔

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و کذا إن نوی خمسۃ عشر یوماً بموضعین کمکۃ و منی (۲٦)

یعنی، اور اس طرح وہ مسافر رہے گا اگر نیت کی پندرہ دن (اقامت) کی دو جگہ جیسے مکہ اور منیٰ۔

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ٦۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لو نواھا بمکۃ و منی معاً قصر (۲۷)

یعنی، اگر مکہ اور منیٰ میں ایک ساتھ (پندرہ دن) اقامت کی نیت کی تو قصر کرے گا۔

حافظ الدین ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

أقام مکۃ و منیً مدّتھا قصر (۲۸)

یعنی، مکہ مکرمہ اور منیٰ میں مدتِ اقامت کی مقدار ٹھہرا تو قصر کرے گا۔

۲٤۔ تحفۃ الفقھاء، ص۷٥

۲٥۔ ملتقی الأبحر مع شرحہ کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر

۲٦۔ صغیری، فصل فی صلاۃ المسافر، ص ۲۷۳

۲۷۔ مجمع البحرین ملتقی النیّرین، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر، ص ۱۰٦

۲۸۔ الوافی:۱/۱۳۲

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أی لو نوی مدّۃ الإقامۃ بمکۃ و منًا قصر (۲۹)

یعنی اگر نیت کی مدت اقامت (ٹھہرنے کی) مکہ اور منیٰ میں تو قصر کرے گا۔

اور لکھتے ہیں:

قصر الرباعیّ حتی یدخل مصرہ، أو ینوی الإقامۃ نصف شھر ببلد أو قریۃ لا بمکۃ و منی، ملخصاً (۳۰)

یعنی، مسافر چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں، یا کسی قریہ میں نصف ماہ تک اقامت کی نیت کی (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ معظمہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ مکرمہ اور منیٰ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

قولہ: لا بمکۃ و لا منی: أی نوی الإقامۃ بمکۃ خمسۃ عشر یوماً، فإنہ لا یتم الصلاۃ، لأن الإقامۃ لا تکون فی مکانین (۳۱)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تو فرائض رُباعی کو پورا نہیں پڑھے گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

دو جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور دونوں مستقل ہوں جیسے مکہ و منیٰ تو مقیم نہ ہوا۔ (۳۲)

۲۹۔ الکافی شرح الوافی کلیھما الصاحب الکنز، المجلد (۱)، الجزء (۱۲)، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ المسافر، رقم الورق: ۱۳۳، مخطوطہ مصوّر

۳۰۔ کنز الدقائق، باب صلاۃ المسافر

۳۱۔ البحر الرائق: ۲/۱۳۲

۳۲۔ بہارِ شریعت، حصہ (۴)، مسافر کی نماز کا بیان، ص ۳۰۲

اور امام حسین بن محمد بن حسین السمعانی الحنفی متوفی ۶۳۴ھ لکھتے ہیں:

و لو أن مسافراً نوى الإقامة في موضعين خمسة عشر يوماً و ليس بمصر واحد و لا قرية واحدة نحو أن ينوي الإقامة بمكة و منًى خمسة عشر يوماً، أو بالكوفة و الحيرة لا يكون مقيماً (۳۳)

یعنی، اگر مسافر نے دو جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی، نہ کسی ایک شہر میں اور نہ کسی ایک قریہ میں، جیسے مکہ معظمہ اور منیٰ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے یا کوفہ اور حیرہ میں (اقامت کی نیت کرے) تو مقیم نہ ہوگا۔

اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے اور ایسی دو جگہوں میں معاً اقامت کی نیت کرنا درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ صاحب کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

لا يتم إذا نوى الإقامة بمكة و منى و نحوهما من مكانين كل منها أصل بنفسه (۳۴)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب مکہ معظمہ اور منیٰ اور اس کے مثل ایسی دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی جن میں سے ہر ایک بنفسہٖ اصل ہے۔

اور علامہ سرخسی اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ نقل کرتے ہیں:

ولو نوى الإقامة في موضعين فإن كان كل منهما أصلاً بنفسه نحو مكة و منى، و الكوفة و الحيرة لا يصير مقيماً (المحيط) (۳۵)

یعنی، اگر دو جگہوں پر (معاً) اقامت کی نیت کی پس اگر دونوں جگہیں

۳۳۔ خزانة المفتين، كتاب الصلاة، فصل: في السفر، ص ۳۲، مخطوط مصوّر

۳۴۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۳۴۶

۳۵۔ الفتاوى الهندية ۱/ ۱۴۰

اصل بنفسہٖ ہوں جیسے مکہ اور منیٰ اور کوفہ و حیرہ تو (ایسی دو جگہوں پر معاً اقامت کی نیت سے) مقیم نہ ہوگا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی (۳۶) اور فقیہ عبد الرحمٰن شیخی زادہ حنفی (۳۷) لکھتے ہیں: اگر دو جگہ اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوگا:

هذا إذا كان كل من الموضعين أصلاً بنفسه ملخصاً

یعنی، یہ اس وقت ہے جب دونوں میں سے ہر جگہ اصل بنفسہٖ ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و لا تصح نية الإقامة ببلدتين و قل واحدة أصل بنفسها (۳۸)

یعنی، ایسے دو شہروں میں اقامت کی نیت درست نہیں جن کا ہر ایک اصل بنفسہٖ ہو۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ اور منیٰ ہر ایک مستقل جگہ اور ایسی دو جگہیں جن میں سے ہر ایک مستقل ہو وہاں معاً اقامت کی نیت درست نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فيقصر إن نوى الإقامة في أقل منه أي نصف شهر، أو نوى فيه لكن في غير صالح، أو نوى فيه لكن بموضعين مستقلين كمكة و منى (۳۹)

یعنی، پس کرے گا اگر نیت کی نصف ماہ سے کم اقامت کی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نصف ماہ اقامت کی نیت کی لیکن دو مستقل جگہوں میں اقامت کی نیت

۳۶۔ رمز الحقائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۵۵

۳۷۔ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۱/ ۱۶۳

۳۸۔ نور الإيضاح و مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۲۰۲

۳۹۔ الدر المختار: ۲/ ۱۲۵۔۱۲۶

کی جیسے مکہ معظمہ اور منیٰ (کہ مکہ مکرمہ الگ شہر ہے اور منیٰ الگ قریہ ہے)

اور قاضی محمد بن فرامو ز الشہیر بملا خسرو حنفی اپنی کتاب "غرر" کی عبارت "أو فیہ بموضعین مستقلین" کے تحت لکھتے ہیں:

کمکۃ و منی، فانہ یقصر إن لا یصیر مقیماً (٤٠)

یعنی، (قصر کرے گا اگر دو مستقل جگہوں میں نصف ماہ اقامت کی نیت کی) جیسے مکہ مکرمہ اور منیٰ (دو مستقل جگہیں ہیں لہٰذا دونوں جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی) تو وہ قصر کرے گا، کیونکہ (اس نیت سے) وہ مقیم نہ ہوا۔

اور شیخ مصطفیٰ بن محمد الطائی متوفی ۱۱۹۲ھ لکھتے ہیں:

أو ینوی إقامۃ نصف شھر ببلدۃ أو قریۃ لا بمکۃ و منی و نحوھما من کل موضعین مستقلین (٤١)

یعنی، یا کسی شہر یا کسی قریہ میں اقامت کی نیت کرے نہ کہ مکہ اور منیٰ میں اور ان کی مثل ہر دو ایسی جگہوں میں جو مستقل ہوں۔

اور علامہ عبد الغنی المیدانی الحنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں:

لأنہ لو نوی الإقامۃ فی موضعین مستقلین کمکۃ و منی لا تصح نیتہ (٤٢)

یعنی، کیونکہ اگر دو مستقل جگہوں جیسے مکہ معظمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت کی تو اس کی نیتِ اقامت صحیح نہیں۔

مکہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت سے مراد یہ ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے اور

٤٠۔ درر الحکام شرح غرر: ١/ ١٣٣

٤١۔ کنز البیان مختصر توفیق الرحمن علی ھامش رمز الحقائق، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب السفر، ص ٥٥

٤٢۔ اللباب علی ھامش الجوھرۃ المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، تحت قولہ: فلیزمہ الاتمام ص ١١٠

یہ پندرہ دن اُسے مکہ اور منیٰ میں اس طرح بسر کرنے ہوں کہ ان میں سے کچھ دن مکہ میں اور کچھ دن منیٰ میں، چنانچہ علامہ عبد اللہ الحرباوی الازہری لکھتے ہیں:

و لو نوی الإقامۃ بمکۃ و منی علی الاشتراك أن لا یصیر مقیماً، لأن الإقامۃ لا تکون فی مکانین (٤٣)

یعنی، اگر مکہ معظمہ اور منیٰ میں علی الاشتراک اقامت کی نیت کی، مقیم نہ ہو گا کیونکہ اقامت دو جگہوں پر نہیں ہوتی۔

اور مکہ اور منیٰ میں معاً اقامت کی نیت درست نہ ہونے کی وجہ علامہ عینی حنفی بیان کرتے ہیں کہ

لأنہ لم ینو فی کل واحد منھما خمسۃ عشر یوماً، و إن نوی أقل من ذلك و بہ لا یصیر مقیماً (٤٤)

یعنی، کیونکہ اس نے مکہ اور منیٰ میں سے ہر ایک جگہ پندرہ دن کی نیت نہیں کی، اگر چہ اس نے اس سے کم کی نیت کی، ایسی نیت سے وہ مقیم نہ ہو گا۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن نیۃ الإقامۃ فی بلدتین، أو قریتین، أو بلدۃ و قریۃ لا تصح، فلا تصح نیۃ الأقامۃ بمکۃ و منی لفقد الإقامۃ کملا (٤٥)

یعنی، کیونکہ اقامت کی نیت دو شہروں یا دو دیہاتوں یا شہر اور قریہ میں درست نہیں، (ایک جگہ) کامل (پندرہ دن) اقامت کی نیت نہ پائی جانے کی وجہ سے، مکہ معظمہ اور منیٰ میں اقامت کی نیت صحیح نہیں۔

لہٰذا ایسی دو یا چند جگہوں میں معاً اقامت کی نیت معتبر نہیں ہوتی جن کو ایک شہر یا قریہ

٤٣۔ الفوائد السنیۃ فی المسائل الدینیۃ، الباب العاشر فی فصول مھمۃ الفصل الخامس: فی صلاۃ المسافر، رقم الورق: ٧٧، مخطوط مصور

٤٤۔ البنایۃ: ٣/ ٣٦

٤٥۔ فتح باب العنایۃ فی شرح کتاب النقایۃ المجلد (١) کتاب الصلاۃ، فصل: فی صلاۃ المسافر، ص ٣٦٧

شامل نہ ہو، یا ایک شہر یا قریات کو جمع کرنے والا نہ ہو، چنانچہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں

و الحاصل أنه لا يعتبر نية الإقامة خمسة عشر في موضعين لا يجمعها مصر واحد أو قرية واحدة، لأنه حينئذ يلزم باعتبارها في ثلاثة أمصار أو أربعة أمصار إلى خمسة عشر، ويؤدي إلى أن يكون الشخص مقيماً بنفس النزول و ذلك فاسد(٤٦)

یعنی، حاصل یہ ہے کہ ایسی دو جگہوں میں (معاً) پندرہ دن اقامت کی نیت معتبر نہیں جن کو ایک شہر یا ایک قریہ جمع نہ کرتا ہو، کیونکہ اسے معتبر ماننے کی صورت میں لازم ہوگا تین شہروں یا چار شہروں سے پندرہ شہروں تک میں معاً اقامت کی نیت معتبر ہو تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ آدمی صرف نزول (اُترنے) سے مقیم ہو جائے اور یہ فاسد ہے۔

لہٰذا حاجی جب ایسے وقت مکہ پہنچا کہ اس کے منیٰ کی طرف روانہ ہونے کو پندرہ دن سے کم دن باقی ہوں تو وہ مکہ میں بھی قصر کرے گا اور منیٰ و عرفات وغیرہا میں بھی چنانچہ علامہ سراج الدین علی بن عثمان الاوشی الحنفی متوفی ۵۶۹ھ(٤٧) اور ان سے فقیہ عبدالرحمن بن محمد شیخی زادہ متوفی ۱۰۸۷ھ(٤٨) لکھتے ہیں:

رجل قدم مكة حاجاً في عشر الأضحى و هو يريد أن يقيم بها سنة فإنه يصلي ركعتين حتى يرجع من منى، لأن نية الإقامة الحال (في المجمع: للحال) لا يعتبر بها (و في المجمع: لا معتبر بها) لأنه يحتاج إلى أن يخرج إلى منى لقضاء المناسك فصار بمنزلة نية الإقامة في غير موضعها و إذا خرج من منى

٤٦. البناية شرح الهداية، المجلد(٣)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٣٢

٤٧ الفتاوى السراجية كتاب الحج، باب صلاة المسافر، ص١١

٤٨ مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ١٦٢/١

يصلي أربعاً

یعنی، ایک شخص حج کے ارادے سے ذوالحجہ کے عشرۂ اول میں مکہ مکرمہ آیا اور وہ ایک سال اقامت کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ (ایام رمی کے بعد) منیٰ سے لوٹنے تک دو رکعت پڑھے گا، کیونکہ اس حال میں اس کی اقامت کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ وہ مناسک حج کی ادائیگی کے لئے منیٰ کی جانب جانے کا محتاج ہے تو اس کی اقامت کی نیت غیر موضع اقامت میں نیت کے مرتبے میں ہے اور (یہ شخص) جب منیٰ سے (مکہ) لوٹے گا تو چار پڑھے گا۔

اور علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فلو دخل الحاج مكة أيام العشر لم تصح نيته، لأنه يخرج إلى منى و عرفة و بعد العود من منى تصح(٤٩)

یعنی، اگر حاجی مکہ آیا تو اس کی نیت اقامت درست نہیں اس لئے کہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا اور (مناسک حج کی تکمیل کے بعد) منیٰ سے لوٹنے کے بعد اس کی نیت درست ہوگی۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی اور علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

و ذكر في "كتاب المناسك" أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر و نوى الإقامة نصف شهر لا تصح لأنه لا بد له من الخروج إلى العرفات فلا يتحقق الشرط(٥٠)

یعنی، اور "خلاصہ" کے کتاب المناسک میں ذکر کیا کہ حاجی جب ذوالحجہ

٤٩ الدر المنتقى شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر، المجلد(١)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص١٦٢

٥٠ البحر الرائق، المجلد(٢)، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٣٢
أيضاً الفتاوى الهندية، المجلد(١)، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص ١٤٠

کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا اور اس نے نصف ماہ اقامت کی نیت کر لی تو (اس کی یہ نیت) درست نہیں کیونکہ اُسے (پندرہ دن کے اندر) عرفات کے طرف نکلنے کی ضرورت ہے لہٰذا اقامت کی شرط متحقق نہ ہوئی۔

ہاں ایک صورت ہے جس میں مسافر دو مختلف اصل جگہوں پر اقامت کی نیت کرے اور مقیم بھی ہو جائے۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ مسافر دو جگہوں پر رہنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جہاں رات ٹھہرنے کا ارادہ ہو اس جگہ کی اقامت کی نیت کرے اور پہلے وہیں جائے جہاں رات گزارنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے جیسے کہ امام سرخسی نے "محیط" میں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی نے "الفتاوی الہندیہ" (١/١٤٠) میں علامہ طاہر بن عبد الرشید حنفی نے "خلاصۃ الفتاوی" (١/١٩٩) میں علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "الھدایۃ" (١-٢/٩٨) میں حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الکافی فی شرح الوافی" (١/١٣٣) میں علامہ حسین بن احمد السمنقانی (؟) حنفی نے "خزانۃ المفتین" (ص ٣٢) میں علامہ ابراہیم حلبی نے "ملتقی الأبحر" (باب صلاۃ المسافر) میں ملا علی القاری نے "فتح باب العنایۃ" (١/٣٩٧) میں، اور علامہ عبد اللہ آفندی نے "الفوائد السنیۃ فی المسائل الدینیۃ" (رقم الورق ٧٧) میں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے اپنی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، چنانچہ "خلاصہ" کی عبارت یہ ہے کہ

إلا أن ينوى أن يقيم لياليها في أحدهما و أيامها في الأخرى، فإنه يصير مقيماً إذا دخل قرية التي نوى الإقامة فيها خمسة عشر ليلة و لا يصير مقيماً بدخوله أولاً في القرية الأخرى (٥١)

یعنی، مگر یہ کہ ان دو میں سے ایک جگہ رات ٹھہرنے اور دوسری جگہ دن گزارنے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا جب اس قریہ میں داخل ہوا جہاں پندرہ راتیں گزارنے کی نیت کی اور پہلے دوسرے قریہ جانے سے

٥١ خلاصة الفتاوى ١/١٩٩

مقیم نہ ہوگا۔

یہ اس لئے کہ ہر شخص کی اقامت اس کی رات گزارنے کی جگہ کی طرف منسوب ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (٥٢) اور فقیہ عبد الرحمن شیخی زادہ حنفی (٥٣) لکھتے ہیں:

لأن إقامة المرء تضاف إلى مبيته

یعنی، کیونکہ مرد کی اقامت اس کے رات گزارنے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

حافظ الدین ابو البرکات حنفی (٥٤) اور علامہ بدر الدین عینی حنفی (٥٥) لکھتے ہیں:

لأن موضع إقامة المرء حيث يبيت فيه، ألا ترى إنك إذا قلت للسوقي أين تسكن؟ ، يقول: في محلة كذا، و هو بالنهار في السوق و اللفظ للكافي

یعنی، مرد کی جائے اقامت وہاں ہوتی ہے جس میں وہ رات گزارتا ہے کیا تمہیں دیکھا کہ تو جب بازار والے سے کہے کہ تم کہاں رہتے ہو؟ تو وہ کہے گا: فلاں محلے میں، حالانکہ وہ دن کو بازار میں ہوتا ہے۔

اور مسافر حاجی کے لئے اس صورت پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے اُسے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک تو مشقت برداشت کرنی ہوگی اور دوسرا وہ حج کی چند سنتوں کا تارک ہو جائے گا، اور ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، جیسے حاجی یکم ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ آیا اُسے معلوم ہے کہ آٹھ کو اُسے منیٰ کو جانا ہے اور رات منیٰ میں ٹھہرنا ہے اسی طرح نو اور دس کی درمیانی رات اُسے مزدلفہ میں گزارنی ہے اور اس رات کی صبح صادق کے بعد طلوعِ آفتاب کے مابین وقوفِ مزدلفہ کرنا ہے جو کہ واجب ہے پھر رمی کے ایام پورے ہونے تک راتیں منیٰ

٥٢ الهداية ١/٢/٩٨
٥٣ مجمع الأنهر ١/١٦٧
٥٤ الكافي ١/١٣٣
٥٥ البناية ٣/٣٢

میں بسر کرنی ہیں وہ چاہے کہ میں اقامت کی نیت کرلوں اور میری نیت صحیح بھی ہو جائے، اس طرح کہ وہ مکہ میں رات گزارنے کی نیت کرے اور اس کی نیت ہو کہ میں دن دن میں افعالِ حج کے لئے شہرِ مکہ سے باہر رہوں گا اور رات کو واپس آجایا کروں گا تو وہ اس پر کس طرح عمل کرے گا۔ اس پر عمل کرنے کے لئے وہ آٹھ اور نو کی درمیانی رات کا منیٰ میں قیام ترک کرے گا جو کہ سنّت ہے، چنانچہ علامہ سید امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

المبیت بها فإنه سنّة کما فی "المحیط" (۵٦)

یعنی، (عرفہ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور ایسا کرنا سنّت کے خلاف ہے چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة و خرج منها يوم عرفة إلى عرفات كان مخالفاً للسنّة و لا يلزم الدم (۵۷)

یعنی، اگر اس نے مکہ میں رات بسر کی اور وہیں سے عرفہ کے روز عرفات کو نکلا تو وہ سنّت کی مخالفت کرنے والے ہو گیا اور اس پر دم لازم نہ آئے گا۔

وہ نو کی صبح کو مکہ سے عرفات کے لئے نکلے گا بعد غروبِ آفتاب وہاں سے نکلے گا اور سیدھا مکہ مکرمہ آئے گا اور وقوفِ مزدلفہ کو ادا کرنے کے لئے صبحِ صادق کے وقت مزدلفہ آئے اور وقوف کرے، اگر وہ وقوفِ مزدلفہ کے لئے آجاتا ہے تو واجب ادا ہو گیا مگر سنّت پھر بھی ترک ہو گئی وہ یہ کہ یہ رات مزدلفہ میں بسر کرنا سنّت ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

و بودن این شب در انجا سنّت مؤکدہ است (۵۸)

۵٦ رد المحتار على الدر المختار (المحتار) (۲)، کتاب الحج، فصل في الإحرام، ص ۵۰۳

۵۷ فتاوى قاضي خان، کتاب الحج، فصل في كيفية أداء الحج

۵۸ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب هفتم، فصل دويم، ص ۱۹۵، ۱۹٦

یعنی، اس رات مزدلفہ میں ہونا سنّت مؤکدہ ہے۔

اور اگر وقوفِ مزدلفہ نہ کرسکا تو واجب کا تارک ہوا، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی ابن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ٦۹۴ھ لکھتے ہیں:

و یجب هذا الوقوف (۵۹)

یعنی، یہ وقوف واجب ہے۔

اس طرح وہ بلاعذر ترکِ واجب کرکے گنہگار ہوا اور اس پر دم لازم آیا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك الوقوف بها فدفع ليلاً فعليه دم (٦۰)

یعنی، اگر (بلا عذر) وقوفِ مزدلفہ کو ترک کیا پس رات ہی کو مزدلفہ سے لوٹ آیا تو اس پر دم لازم ہے۔

اور دس ذی الحجہ کو منیٰ کے افعال ادا کرکے رات مکہ مکرمہ جائے، رات وہاں رہے دوسرے دن پھر اُٹھے، منیٰ میں رمی جمار کرے، رات پھر مکہ مکرمہ جاکر گزارے اور بارہ ذو الحجہ کی رمی کے لئے پھر مکہ سے منیٰ کو آئے اور رمی جمار کرے اگر اس نے ایسا کیا تو ترکِ سنّت کا مرتکب ہوا کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنّت ہے چنانچہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأن البيتوتة بمنى لياليها سنة عندنا (٦۱)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منیٰ میں بسر کرنا ہمارے نزدیک سنّت ہیں۔

اور پھر اس میں مشقت کس قدر ہے اسے ہر وہ شخص جانتا ہے جو اس سفر کی سعادت حاصل کرچکا ہے، تو وہ اتنی مشقت برداشت کرکے چار رکعت تو پڑھے گا مگر ساتھ ہی متعدد سُنن کا تارک ہوگا اور عین ممکن ہے کہ کوئی واجب بھی اس سے ترک ہو جائے، دوسری طرف اگر وہ اس طرح اقامت کی نیت نہیں کرتا اور حج کے تمام واجبات و سُنن کو پورا کرتا ہے

۵۹ مجمع البحرين و ملتقى النيرين، کتاب الحج، فصل في صفة أفعال الحج ص ۲۲۹

٦۰ لباب المناسك مع شرحه للقاري، باب أحكام المزدلفة، فصل في الوقوف بها

٦۱ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب طواف الزيارة، فصل، ص ۲۳۵

اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کرتا ہے نمازوں میں قصر کرتا ہے تو اس کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی کیونکہ جس نے ثواب دینا ہے اس کی جناب سے مسافر کو قصر کا حکم ہے اور پھر عوام کا یہ نظریہ کہ چار رکعت میں زیادہ ثواب ہے جہالت پر مبنی ہے، انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ثواب کی کمی و زیادتی دو اور چار پر موقوف نہیں، ثواب کا ملنا اطاعت پر موقوف ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ٦ ذی القعدہ ١٤٢٧ھ، ٢٨ نومبر ٢٠٠٦ م (258-F)

آفاقی کا مکہ میں پندرہ سے کم دنوں کی اقامت کی نیت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حج کی غرض سے مکہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن مکہ نہیں رہنا کہ اس سے قبل اُسے مدینہ منورہ جانا ہے اور وہ اس حال میں مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو نیت درست ہوگی؟

(السائل: سہیل نور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی، کہ اس صورت میں حاجی جب مکہ مکرمہ پہنچا اور اس نے پندرہ دن سے قبل مدینہ منورہ جانا تھا اور یہ اس کے علم میں بھی تھا تو مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت درست نہ ہوئی کیونکہ اس نے دو الگ مستقل جگہوں پر پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے جو کہ درست نہیں۔ حافظ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں:

قصر الرباعی حتی یدخل مصرہ، أو ینوی الإقامۃ نصف شھر ببلد أو قریۃ لا بمکۃ و منیٰ ملخصاً (٦٢)

یعنی، چار رکعت والے فرائض کو دو پڑھے گا یہاں تک کہ داخل ہو اپنے شہر میں یا کسی شہر یا قریہ میں نصف ماہ اقامت کی نیت کرے (تو پھر پوری پڑھے) نہ کہ مکہ اور منیٰ میں (یعنی اگر پندرہ دن مکہ اور منیٰ میں

٦٢ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر

ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو فرائض میں قصر کرے گا)۔

اس کے تحت علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ٩٧٠ھ لکھتے ہیں

قولہ: لا بمکۃ و منی، أی نوی الإقامۃ بمکۃ خمسۃ عشر یوماً فإنہ لا یتم الصلاۃ لأن الإقامۃ لا تکون فی مکانین إذ لو جازت فی مکانین لجازت فی أماکن فیؤدی إلی أن السفر لا یتحقق، لأن إقامۃ المسافر فی المراحل لو جمعت کانت خمسۃ عشر یوماً أو أکثر (٦٣)

یعنی، اگر مکہ مکرمہ (اور منیٰ) میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو وہ فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا (اس لئے کہ اس نے پندرہ دن کی دو الگ الگ مواضع پر اقامت کی نیت کی چنانچہ لکھتے ہیں) کیونکہ اقامت دو (مختلف) جگہوں پر نہیں ہوتی، اقامت اگر دو الگ الگ جگہوں پر جائز ہو جائے تو متعدد الگ الگ جگہوں میں جائز ہو جائے گی تو بات یہاں تک پہنچ جائے گی کہ سفر متحقق ہی نہ ہو، کیونکہ مسافر کی مختلف مراحل میں اقامت کو جمع کیا جائے تو پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفی متوفی ١٠٠٥ھ لکھتے ہیں:

لا یتم إذا نوی الإقامۃ بمکۃ و منی و نحوھما من مکانین کل منھما أصل بنفسہ، لأنھا لو جازت فی مکانین لجازت فی أماکن، وحینئذ فلا یتحقق سفراً (٦٤)

یعنی، فرائض کو پورا نہیں پڑھے گا جب اس نے مکہ اور منیٰ اور ان کی مثل دو جگہوں پر اقامت کی نیت کی، جن میں سے ہر جگہ مستقل بنفسہ ہے کیونکہ اگر نیت اقامت دو جگہوں پر جائز ہو جائے تو کئی جگہوں پر بھی

٦٣ البحر الرائق، ٢/١٣٦

٦٤ النھر الفائق، المجلد (١)، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ٣٤٦

جائز ہوجائے گی اس وقت سفر متحقق نہ ہوگا۔

اور علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ویقصر إن نوی الإقامة فی أقل منه أی نصف شهر أو نوی فیه لکن فی غیر صالح أو نوی فیه لکن بموضعین مستقلین کمکة و منی (٦٥)

یعنی، پس قصر کرے گا اگر نیت کی پندرہ دن سے کم اقامت کی یا پندرہ دن کی نیت کی لیکن ایسی جگہ نیت کی جو نیت اقامت کی صلاحیت نہیں رکھتی یا نیت تو ایسی جگہ کی جو نیت اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لیکن مستقل دو مواضع کی نیت کی جیسے مکہ اور منیٰ (کہ دونوں میں سے ہر ایک الگ بستی ہے)۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جس نے اقامت کی نیت کی مگر اس کی حالت بتاتی ہے کہ پندرہ دن نہ ٹھہرے گا تو نیت صحیح نہیں، مثلاً حج کرنے گیا اور شروع ذی الحجہ میں ۱۵ دن مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو یہ نیت بیکار ہے کہ جب حج کا ارادہ کیا ہے تو عرفات و منیٰ ضرور جائے گا، پھر اتنے دنوں مکہ مکرمہ میں کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ بحوالہ عالمگیری "درمختار" (٦٦)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ۲۳ نوفمبر ۲۰۰٦م (238-F)

---

٦٥ الدر المختار ۲ ص ۱۲٥، ۱۲٦

٦٦ بہار شریعت، حصہ چہارم، نماز مسافر کا بیان، ص ۷۵

تئیس (۲۳) ذوالقعدہ کو فجر یا ظہر کے وقت مکہ پہنچنے والے کی نمازوں کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ حاجی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ۲۳ تاریخ کو فجر یا ظہر کے وقت پہنچے کہ اگر ذوالقعدہ کا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے تو مکہ مکرمہ میں ان کا قیام آٹھ تاریخ کو منیٰ روانہ ہونے تک پندرہ دن ہوتا ہے اور ان کی نمازیں پچھتر (۷۵) ہو جاتی ہیں، اور اگر ذوالقعدہ کا مہینہ انتیس (۲۹) دن کا ہوتا ہے تو ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پندرہ دن نہیں بنتا اب اس صورت میں یہ لوگ مکہ میں پھر منیٰ و عرفات و مزدلفہ میں فرائض کو پورا پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

(السائل: محمد شاہد، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ لوگ اگر تیئس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت میں مکہ مکرمہ پہنچے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو بہر صورت مسافر ہی رہیں گے اور نمازوں میں قصر کرتے رہیں گے کیونکہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہونے کی صورت میں بھی ان کا قیام مکہ مکرمہ میں پورے پندرہ روز نہیں ہوتا اور نماز کو پورا پڑھنے اور ان میں قصر کرنے کے باب میں ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کا اعتبار ہے، اور متعدد جگہوں پر رہنے کی نیت اقامت کے لئے معتبر نہیں اور مکہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات سب الگ الگ جگہیں ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے فتویٰ میں موجود ہے، اور اگر یہ لوگ تیئس (۲۳) ذوالقعدہ کی ظہر کے وقت مکہ مکرمہ آئے اور آٹھ ذوالحجہ کی فجر کے بعد منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں یا یا تیئس (۲۳) کی فجر کے وقت آئے اور آٹھ کی فجر کے بعد یا فجر سے قبل منیٰ روانگی کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس وقت فرض رباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے اور مہینے کے اختتام پر دیکھیں گے کہ مہینہ تیس (۳۰) کا ہوا یا انتیس (۲۹) کا، اگر مہینہ تیس

(۳۰) کا ہو جائے تو بدستور مقیم رہیں گے اور فرائض رُباعی کو پورا پڑھتے رہیں گے، چاہے مکہ مکرمہ میں ہوں یا منیٰ یا عرفات یا مزدلفہ میں۔ اور اگر ذوالقعدہ اُنتیس (۲۹) کا ہو جائے تو یہ لوگ مقیم نہ رہیں گے کیونکہ منیٰ روانگی تک مکہ مکرمہ میں پندرہ دن پورے نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اقامت درست نہ ہوئی لہٰذا وہ اس وقت سے فرائض رُباعی میں قصر کریں گے۔ اور رہیِ یہ بات کہ حاجیوں نے چاند نہ دیکھا یا انہیں نظر نہ آیا اور حکومت نے بھی فوراً اعلان نہ کیا بلکہ دو یا تین روز گزرنے کے بعد اعلان کیا تو اس صورت میں حاجی اپنے سابقہ طریقہ کو جاری رکھے گا یہاں تک کہ اُسے رؤیتِ ہلال کی خبر ہو۔

اور یہ کہ وہ ہر حال اس وقت اقامت کی نیت کر لیں پھر چاند نظر آنے کے بعد کوئی نیا فیصلہ کریں، اس کا جواب جب یہ ہے کہ مہینہ تیس دن ہونے کی صورت میں بھی مکہ مکرمہ آمد سے لے کر تو اُس کا وقت تک کہ جب وہ منیٰ روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے پندرہ دن یعنی ۶۷ نمازیں پوری نہیں ہوتیں اُس اقامت کی نیت کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مہینہ تیس کا ہونے کی صورت میں بھی مکہ میں اس نے پندرہ دن قیام نہیں کرنا، اس لئے کہ نیت اقامت کے درست ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کی حالت اس کی نیت کے منافی نہ ہو چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> اس کی حالت، اس کے ارادے کے منافی نہ ہو۔ (۵۸۵)

اور اس صورت میں اس کی حالت اس کی نیت کے منافی ہوگی کہ نیت اس کی پندرہ دن کی ہے اور حالت اس کی یہ ہے کہ اس نے پندرہ دن پورے ہونے سے قبل مکہ سے چلے جانا ہے لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار نہ رہا۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۲۳ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۱۴ دیسمبر ۲۰۰۶ م (290-F)

۶۷ بہارِ شریعت، حصہ چہارم، مسافر کی نماز کا بیان، ص ۲۳

سفر میں سُنن کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سفر میں نمازوں کو قصر کرنے کا حکم ہے یعنی چار رکعت فرائض کو دو پڑھنے کا حکم ہے اور سُنن کا کیا حکم ہے، پڑھے یا چھوڑے؟

(السائل: محمد عارف)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قصر صرف فرائض میں ہے وتر و سُنن میں قصر نہیں ہے، سُنن کا حکم یہ ہے کہ حالتِ امن و قرار میں ہو تو پڑھے اور چلنے کی حالت میں ہو تو چھوڑ دے۔ چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

> قید بالفرض، لا قصر في الوتر و السُّنَن، واختلفوا في ترك السُّنَن في السفر فقيل: الأفضل هو الترك ترخيصاً، و قيل: الفعل تقرّباً، وقال الهندواني: الفعل حال النزول والترك حال السير، وفي "التجنيس" و المختار أنه إن كان حال أمن و قرار يأتي بها، لأنها شرعت مكملات، و المسافر إليه محتاج (۶۸)
>
> یعنی، مصنف نے قصر کو فرض کے ساتھ مقید کیا، کیونکہ وتر اور سُنن میں قصر نہیں ہے، فقہاء کرام نے سفر میں ترکِ سُنن میں اختلاف کیا، پس کہا گیا کہ حصولِ رخصت کے لئے ترک افضل ہے اور کہا گیا کہ حصولِ قرب کے لئے پڑھنا افضل ہے، اور ہندوانی نے فرمایا کہ حالتِ نزول میں پڑھنا اور چلنے کی حالت میں ترک ہے اور (امام ابو الحسن علی بن ابی بکر کی) "تجنیس" میں ہے کہ مختار یہ ہے اگر حالتِ امن و قرار میں ہو تو سُنن کو ادا کرے کیونکہ وہ مکملات للفرائض مشروع کی گئی ہیں اور مسافر اس کی طرف محتاج ہے۔

۶۸ البحر الرائق، المجلد (۲) كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: من حاول الخ، ص ۱۴۳

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: و قال الهندواني الخ قال الرملي: قال في "شرح منية المصلي" والأعدل ما قاله الهندواني (٦٩)

یعنی، علامہ رملی نے فرمایا کہ "شرح منیۃ المصلی" میں فرمایا: اعدل وہ ہے جو ہندوانی نے فرمایا۔

اور علامہ حسن بن عمار الشرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فيقصر المسافر الفرض العملي الرباعيّ فلاقصر للثنائي، و الثلاثي، و لا للوتر فإنه إن كان في حال نزول، و قرار، و أمن يأتي بالسُّنَن، و إن كان سائراً، أو خائفاً فلا يأتي بها، و هو المختار (٧٠)

یعنی، مسافر فرض اعتقادی رباعی کو قصر کرے، ثنائی اور ثلاثی فرائض میں قصر نہیں اور نہ وتر میں کیونکہ وہ فرض عملی ہے اور نہ سنن میں قصر ہے، پس اگر حالتِ نزول و قرار و امن میں ہو تو سنتوں کو ادا کرے اور اگر چلنے کی حالت میں ہو یا حالتِ خوف میں ہو تو نہ ادا کرے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و بعضهم جوّزوا للمسافر ترك السُّنَن، و المختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف، و يأتي بها في حال القرار و الأمن هكذا في الوجيز للكردري (٧١)

یعنی، بعض فقہاء نے مسافر کے لئے سنتوں کا چھوڑنا جائز رکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ خوف کی حالت میں سنت نہ پڑھے اور امن و سکون کی

٦٩ منحة الخالق على البحر الرائق ٢/ ١٣٠

٧٠ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص٢٤٩

٧١ الفتاوى الهندية المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الخامس عشر في صلاة المسافر، ص١٣٩

حالت میں سنتیں پڑھے، اسی طرح "وجیز کردری" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں

سنتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی، البتہ خوف اور رواروی کی حالت میں معاف ہیں، البتہ امن کی حالت میں پڑھی جائیں گی، بحوالہ عالمگیری (۷۲)

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الاربعہ ۲ ذی القعدۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۳ نومبر ۲۰۰۶ م (237-F)

آفاقی و مکی کے حق میں نفلی طواف افضل ہے یا نفل نماز

استفتاء:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آفاقی اور مکی کے حق میں نفلی طواف کرنا افضل ہے یا حرم شریف میں نفل نماز پڑھنا؟

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: "إنّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةَ رَحْمَةٍ تَنْزِلُ عَلٰى هٰذَا الْبَيْتِ، فَسِتُّوْنَ لِلطَّائِفِيْنَ، وَ أَرْبَعُوْنَ لِلْمُصَلِّيْنَ، وَ عِشْرُوْنَ لِلنَّاظِرِيْنَ" (٧٣)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالٰی ہر دن رات میں اس گھر پر ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس (ثواب کی نیت سے کعبہ کی

۷۲ بہارِ شریعت، حصہ چہارم، نمازِ مسافر کا بیان، ص ۹۳

۷۳ مثير العزم الساكن إلى أشرف الأماكن، باب ذكر فضائل الطواف، ص ١٦

طرف) نظر کرنے والوں کے لئے"۔

اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت الحرام کا حج کرنے والوں پر ایک سو بیس (120) رحمتیں نازل فرماتا ہے، ساٹھ (60) طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس (40) نماز پڑھنے والوں کے لئے، اور بیس (20) نظر کرنے والوں کے لئے ۔اسی طرح "بہار شریعت" میں ہے۔

یاد رہے کہ نبی ﷺ کا یہ حکم مردوں کے لئے ہے کیونکہ نبی ﷺ کی ہی تعلیمات سے ہے کہ "عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے میں ہے" ظاہر ہے کہ یہ ارشاد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ میں ہی فرمایا ہوگا اسی بنا پر علماء کرام نے فرمایا کہ حرمین طیبین میں بھی عورتوں کو اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھنا حرم میں نماز پڑھنے سے افضل ہے صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> عورتیں نماز فرودگاہ ہی میں پڑھیں نمازوں کے لئے جو دونوں مسجد کریم حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے۔(۷۴)

اور ہر شخص جانتا ہے ثواب اللہ اور اس کے رسول کا کہا ماننے میں ہے۔ اور نفلی طواف کے بارے میں وہ عورت کو ہر روز ایک بار رات کے وقت طواف کا مشورہ دیتے ہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> عورتیں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک بار رات میں طواف کرلیا کریں۔(۷۵)

اور مدینہ شریف میں روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے لئے فرمایا:

> اور مدینہ طیبہ میں صبح و شام صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں"۔(۷۶)

اور پھر مردوں کے لئے علماء کرام کا کہنا ہے کہ "آفاقی کے لئے نفلی طواف کرنا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے اور مکی کے لئے حج کے ایام میں نفل نماز پڑھنا نفلی طواف کرنے سے

۷۴ بہار شریعت، ۲/ ۹

۷۵ بہار شریعت، حصہ ششم، بیان اقامت کے اعمال، ص ۱۱

۷۶ بہار شریعت: ۲/ ۷۱

افضل ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

> طواف تطوع افضل است از نماز در مسجد حرام در حق غربا، و لقا متوطنان مکہ پس افضل در حق ایشان نماز تطوع است کذا فی "المنسک الکبیر" لمولانا رحمت اللہ السندی، و علامہ نووی در "ایضاح المناسک" گفتہ کہ ہمیں است قول ابن عباس و سعید بن جبیر و عطاء و مجاہد، علامہ ابن جماعہ در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ ہمیں است مذہب ابی حنیفہ و مالک رحمہما اللہ، و نزد احمد طواف افضل است از نماز مطلقاً، و ہمیں است قول بعضے شافعیہ، و بعضے دیگر از ایشان قائل اند بر عکس آن اھ (۷۷)
>
> یعنی، مسافروں کے حق میں مسجد حرام میں نفل نماز پڑھنے سے نفلی طواف کرنا افضل ہے، مگر باشندگان مکہ تو ان کے حق میں نفل نماز (نفلی طواف سے) افضل ہے، اسی طرح مولانا رحمت اللہ سندھی کی "مسلک کبیر" میں ہے اور علامہ نووی نے "ایضاح المناسک" میں فرمایا کہ حضرت ابن عباس، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور علامہ ابن جماعہ نے اپنی (کتاب) "مسلک کبیر" میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام احمد علیہ الرحمہ کے نزدیک طواف مطلقاً نفل نماز سے افضل ہے اور یہی قول ہے بعض شوافع کا اور بعض دیگر اس کے برعکس کے قائل ہیں۔

کیونکہ مسافر کو طواف کرنے کا موقع کچھ عرصہ کے لئے ملا ہے اگر وہ اس میں طواف کو ترجیح نہ دیں گے تو وہ موقع ان سے فوت ہو جائے گا اس لئے ان کے حق میں نفلی طواف ہی افضل ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں

> قال: الصلاة لأهل مكة أفضل إليّ و للغرباء الطواف، لأن

۷۷ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدہم در ذکر بعضے مسائل متفرقات، فصل اول، در بیان اقامت سودن در مکہ ص ۲۳۶

الصلاة تشتمل علی عبادات لا یشتمل علیها الطواف، فکانت الصلاة أفضل إلّا أنّ الغرباء لو اشتغلوا بالصلاة لفاتهم الطواف لا إلی خلف، و لا یمکن تدارکه فکان الاشتغال به أولی بخلاف المکی، وأنّه لا یفوته الطواف، فکان الاشتغال بالطواف أولی (۷۸)

یعنی، فرمایا: میرے نزدیک اہلِ مکہ کے لئے نفل نماز افضل ہے اور مسافروں کے لئے طواف، کیونکہ نماز ان عبادات پر مشتمل ہے جن پر طواف مشتمل نہیں، تو نفل نماز افضل ہوئی، مگر مسافر اگر نفل نماز میں مشغول ہو گئے تو ان سے طواف فوت ہو جائے گا نہ کسی خلیفہ کی طرف، اور مسافر کے لئے اس کا تدارک ممکن نہ ہوگا تو مسافر کے حق میں طواف میں مشغول ہونا افضل ہے بخلاف مکی کے کہ اس سے طواف فوت نہیں ہوتا تو اس کا نفل نماز میں مشغول ہونا اَولیٰ ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

والطواف للغرباء أفضل من الصلاة و قدمرّ (۷۹)

یعنی، نفلی طواف مسافروں کے لئے نفل نماز سے افضل ہے۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

ایامِ اقامت (مکہ) میں جس قدر ہو سکے طواف کرتے رہیں کہ آفاقی (باہر والوں) کے لئے یہ سب بہتر عبادت ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں۔(۸۰)

۷۸۔ المسلک فی المنسک المتقسط المجلد (۱)، القسم الثانی فی بیان المناسک فصل بعد فصل فی شرائط صحة الطواف، ص ٤٥٤

۷۹ المسلک فی المنسک المتقسط، القسم الثانی فی بیان مسلک الحجّ الخ فصل فی الترتیب، ص ٤٧٤

۸۰ انوار البشارة، ص ۲۹

مکی کے حق میں نفل نماز کا افضل ہونا موسمِ حج کے ساتھ مقید ہے، چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و هو أفضل من الصلاة نافلة للآفاقی و قلبه للمکّی و فی "البحر" ینبغی تقییده بالزمن الموسم و إلّا فالطواف أفضل من الصلاة مطلقاً (۸۱)

یعنی، اور وہ آفاقی کے لئے نفل نماز سے افضل ہے اور مکی کے لئے اس کا الٹ ہے (یعنی اس کے لئے نفل نماز طواف سے افضل ہے)۔ اور "بحرالرائق" میں ہے کہ اس کو زمانہ حج کے ساتھ مقید کرنا چاہئے، ورنہ طواف نماز سے مطلقاً افضل ہے۔

اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

قوله: مطلقاً أی للمکّی و الآفاقی فی غیر الموسم (۸۲)

یعنی، صاحبِ بحر کا قول مطلقاً یعنی مکی اور آفاقی کے لئے ایامِ حج کے علاوہ ایام میں (نفلی طواف، نفل نماز سے افضل ہے)۔

اور موسمِ حج کے علاوہ مکی و غیر مکی دونوں کے حق میں افضل نفلی طواف ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

و الطواف نفلاً أفضل من صلاة النفل فی المسجد الحرام لغیر أهل مکة و المقیمین بها بعد مضی أیام الموسم (۸۳)

یعنی، غیر مکی کے لئے نفلی طواف نفل نماز سے افضل ہے اور مکہ میں رہنے والوں کے لئے ایامِ حج گزرنے کے بعد نفل نماز سے نفلی طواف افضل ہے۔

۸۱۔ الدر المختار، ۲/ ۵۰۲

۸۲۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲) کتاب الحج مطلب الصلاة أفضل من الطواف، ص ۵۰۲

۸۳۔ الهدیة العلائیة أحکام الحجّ الطواف حول الکعبة، ص ۲۰۱

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و الإكثار من الطواف و هو أفضل من صلاة النفل للآفاقي (٨٤)

یعنی، آفاقی کے لئے کثرت سے طواف کرنا نفلی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و عكسه للمقيم زمن الموسم، و في غيره الأفضل له الطواف أيضاً ذكره صاحب البحر (٨٥)

یعنی، زمانۂ حج میں مقیم مکہ کے لئے اس کا عکس ہے اور غیر موسم حج میں اس کے لئے بھی طواف افضل ہے، اسے صاحب بحر نے ذکر کیا ہے۔

کیونکہ طواف نماز کو بھی شامل ہے، چنانچہ علامہ کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و الثواب و الفضيلة التي وردت في الطواف أراد به الطواف مع الصلاة، فإنه يشتمل جميعاً (٨٦)

یعنی، ثواب اور فضیلت جو طواف کے بارے میں وارد ہے اس سے مراد طواف مع نماز ہے، پس وہ سب کو شامل ہے۔

واللّٰہ تعالی اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۲۲ نوفمبر ۲۰۰۶م (216-F)

مکہ مکرمہ میں استقبال قبلہ کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کی طرف رُخ کر کے مسجد سے باہر اس طرح نماز پڑھنا کہ عین کعبہ اس رُخ پر نہ ہو تو استقبالِ

٨٤۔ مراقي الفلاح في شرح نور الإيضاح

٨٥ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الحج، ص٧٣١

٨٦ المسالك في المناسك ١/٤٥٤

قبلہ ہو جائے گا اور نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: استقبال قبلہ نماز کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، قرآن کریم میں ہے:

﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾ (٨٧)

ترجمہ: اپنا منہ اس کی طرف کرو۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں رو بقبلہ ہونا فرض ہے۔ (خزائن العرفان)

پھر جو کعبہ کے پاس ہوا سے عین کعبہ کی جانب منہ کرنا فرض ہے اور جو دور ہو اسے جہت کعبہ کی جانب کرنا فرض ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی الحنفی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و يستقبل آمناً عين الكعبة إن كان بمكة، و جهتها إن نأى عنها (٨٨)

یعنی، نمازی حالتِ امن میں رُخ کرے گا عین کعبہ کی جانب اگر مکہ مکرمہ میں ہو اور جہتِ کعبہ کو اگر اس سے دور ہو۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و استقبال القبلة للمكي فرضه إصابة عينها، و لغيرها إصابة جهتها (٨٩)

یعنی، اور قبلہ رُخ ہونا مکی کے لئے ٹھیک عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے اور غیر مکی کے لئے اس کی سمت کی طرف۔

٨٧ البقرة: ٢: ١٤٤

٨٨ مجمع البحرين و ملتقى النيرين، كتاب الصلاة، فصل في شروط الصلاة، ص ١١٦

٨٩ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة

اور امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

ثم من کان بمکۃ ففرضہ إصابۃ عینہا، و من کان غائباً ففرضہ إصابۃ جہتہا ہو الصحیح. (۹۰)

یعنی، پھر جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو اس پر فرض ہے ٹھیک عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، اور جو غائب ہو تو اس کا فرض ہے سمتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا، یہی صحیح ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ (۹۱) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۹۲) نقل کرتے ہیں:

اتفقوا علی أن القبلۃ فی حقّ من کان بمکۃ عین الکعبۃ و یلزمہ التوجّہ إلی عینہا،

یعنی، فقہاء کا اتفاق ہے کہ جو شخص مکہ میں ہے اس کے لئے عین کعبہ قبلہ ہے اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ (۹۳) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ نظام الدین حنفی (۹۴) نقل کرتے ہیں:

و لا فرق بین أن یکون بینہ و بینہا حائل من جدارٍ أو لم یکن

یعنی، اس میں کوئی فرق نہیں کہ نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کو دیوار حائل ہے یا نہیں۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں،

۹۰۔ الہدایۃ، المجلد (۱۔۲)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ التی تتقدمہا، ص۴۸

۹۱۔ فتاوی قاضیخان علی ہامش الفتاوی الہندیۃ، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، ص۶۹

۹۲۔ الفتاوی الہندیۃ، ۱/۶۳

۹۳۔ تبیین الحقائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ص۲۶۴

۹۴۔ الفتاوی الہندیۃ، ۱/۶۳

أطلق المکی فشمل من کان بمعاینتہا و من لم یکن (۹۵)

یعنی، مصنف نے مکی کو مطلق رکھا تو یہ اس مکی کو شامل ہو گیا جو کعبہ کے مُعاین سے اور اس کو بھی جو مُعاین نہیں۔

اور حافظ الدین ابو البرکات نسفی نے "الکافی" میں لکھا، اُن سے امام کمال الدین ابن ہمام (۹۶)، علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی (۹۷)، علامہ شلبی (۹۸)، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی (۹۹) اور علامہ نظام الدین حنفی (۱۰۰) نقل کرتے ہیں:

حتی لو صلّی مکّی فی بیتہ ینبغی أن یصلّی بحیث لو أزیلت الجدار أن یقع استقبالہ علی شطر الکعبۃ بخلاف الآفاقی

یعنی، یہاں تک کہ مکہ میں رہنے والا گھر میں اگر نماز پڑھے کہ درمیان سے اگر دیوار ہٹا دی جائے تو کعبۃ اللہ کا کوئی حصہ اس کے سامنے آجائے بخلاف آفاقی کے۔

اور قاضی محمد فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

"منہا" أی من شروط "استقبال عین الکعبۃ للمکی" اجماعاً حتی لو صلی فی بیتہ یجب أن یصلی بحیث لو أزیل الجدران وقع الاستقبال علی عین الکعبۃ (۱۰۱)

۹۵۔ البحر الرائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ص۲۸۴

۹۶۔ فتح القدیر، ۱/۲۳۴

۹۷۔ البحر الرائق، ۱/۲۸۴

۹۸۔ حاشیۃ الشلبی علی التبیین، ۱/۲۶۴

۹۹۔ إمداد الفتاح، ص۲۳۲

۱۰۰۔ الفتاوی الہندیۃ، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث فی شروط الصلاۃ، الفصل الثالث فی استقبال القبلۃ، ص۶۳

۱۰۱۔ غرر الأحکام و شرحہ الدرر الحکام، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج ص۶۰

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے ایک شرط مکی کے لئے اجماعاً عینِ کعبہ کا استقبال ہے حتی کہ اگر وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس پر واجب ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اگر کعبہ اور اس کے درمیان کی دیواریں ہٹادی جائیں تو اس کا استقبال عینِ کعبہ پر ہو۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے مکی غیر شاہد کے لئے اسے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں

یہاں تک کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ اس طرح نماز پڑھے کہ اگر دیواریں ہٹادی جائیں تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی حصے پر ہو بر خلاف آفاقی کے، پس اس کے موانع اگر دُور کردیئے جائیں تو شرط نہیں ہے کہ اس کا استقبال لامحالہ عینِ کعبہ پر ہو اسی طرح "کافی" میں ہے: وهو ضعف اور وہ ضعیف ہے۔(۱۰۲)

جب کہ اطلاقِ متون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکی کے حق میں عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے چنانچہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إصابة عينها أي عين القبلة التي هي الكعبة سواء كان معايناً لها أو لا، كما دل عليه اطلاق المتون(۱۰۳)

یعنی، (مکہ میں رہنے والے کے لئے فرض) عینِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہے یعنی عینِ قبلہ کی طرف جو کہ کعبہ ہے چاہے اُسے دیکھ رہا ہو یا نہ جیسا کہ متون کا اطلاق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

لیکن فقہاءِ کرام سے یہ تصریح بھی منقول ہے کہ مکی اگر کعبۃ اللہ کے سامنے نہ ہو بلکہ ایسی جگہ ہو کہ اس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور اسے اصح اور مختار قرار دیا ہے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ(۱۰۴)، علامہ زین

۱۰۲ البحر الرائق،۱/۲۸

۱۰۳ النهر الفائق،۱/۱۹۶

۱۰۴ فتح القدير، المجلد(۱)، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص۲۳۵

الدین ابن نجیم حنفی(۱۰۵) اور شلبی حنفی(۱۰۶)، علامہ قوام الدین محمد بن محمد البخاری متوفی ۷۲۹ھ کی کتاب "معراج الدرایہ شرح الهدایہ" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الدراية": و من كان بينه و بين الكعبة حائل الأصح أنه كالغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل كان له أن يجتهد، والأولى أن يصعده ليصل إلى اليقين

یعنی، "درایہ" میں ہے کہ وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی حائل (آڑ) ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے، اگرچہ حائل (آڑ) اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اُسے جائز ہے کہ وہ (جہتِ کعبہ معلوم کرنے کے لئے) کوشش کرے اور بہتر ہے کہ وہ اس پر چڑھ جائے تا کہ وہ (جہت کو معلوم کرنے میں) یقین کی حد تک پہنچ جائے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

قال في "معراج الدراية" و لمن كان بمكة و بينه و بين الكعبة حائل يمنع المشاهدة كالأبنية، فالأصح أن حكمه حكم الغائب، و لو كان الحائل أصلياً كالجبل فله أن يجتهد، و الأولى أن يصعد على الجبل حتى تكون صلاة إلى الكعبة يقيناً انتهى(۱۰۷)

یعنی، "معراج الدرایہ" میں فرمایا: وہ شخص جو مکہ میں ہو اور اس کے اور کعبہ کے مابین کوئی آڑ ہو جو اُسے کعبہ کے مشاہدہ سے مانع ہو جیسے عمارتیں، تو اصح یہ ہے کہ اس کا وہی حکم ہے جو مکہ سے غائب شخص کا حکم ہے اور اگر حائل (آڑ) اصلی ہو تو اُسے جائز ہے کہ وہ کوشش کرے، اور بہتر ہے کہ وہ

۱۰۵۔ البحر الرائق،۱/۲۸۴

۱۰۶ حاشية الشلبي على التبيين،۱/۲٦٤

۱۰۷ إمداد الفتاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص۲۳۱، ۲۳۲

پہاڑ پر چڑھے یہاں تک کہ اس کی نماز یقینی کعبہ کی طرف ہو۔

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

لکن الأصح أن حکم من کان بینه و بینها بناء حکم الغائب، و لو أصلیاً کجبل اجتهد والأولی أن یصعده، کذا فی "المعراج" (۱۰۸)

یعنی، لیکن اصح یہ ہے کہ حکم اس شخص کا کہ جس کے اور کعبہ کے مابین کوئی عمارت ہو وہی حکم ہے جو (مکہ سے) غائب کا حکم ہے، اگرچہ اس کے اور کعبہ کے مابین حائل اصلی ہو جیسے پہاڑ تو وہ (جہت کعبہ معلوم کرنے کے لئے) اجتہاد کرے، بہتر ہے کہ اس پر چڑھ جائے، اسی طرح "معراج" میں ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

(و قبلة من بمکة عین الکعبة) بحیث لو أزیل الحائل أن یقع مستقباله علی جزء منها، لکن الأصح کما نقله المصنّف و غیره عن "معراج الدرایة": أن من بینه و بینها حائل کالغائب (۱۰۹)

یعنی، (اور قبلہ اس شخص کا جو مکہ میں ہو عین کعبہ ہے) اس طور پر کہ اگر دیوار کو زائل کر دیا جائے تو اس کا منہ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، لیکن اصح یہ ہے کہ جیسا کہ مصنّف وغیرہ نے "معراج الدرایہ" سے نقل کیا کہ (مکہ میں) جس شخص اور کعبہ کے درمیان کوئی حائل ہو وہ (مکہ سے) غائب کی مثل ہے۔

علامہ یحییٰ بن علی بن عبد اللہ زندویسی کے حوالے سے صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن علی بن

۱۰۸۔ النهر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۱۹۱

۱۰۹۔ الدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش المجمع، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ۸۳

ابی بکر مرغینانی حنفی (۱۱۰)، امام کمال الدین ابن ہمام (۱۱۱)، علامہ جلال الدین خوارزمی (۱۱۲)، علامہ شلبی حنفی (۱۱۳) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱٤) لکھتے ہیں:

و ذکر زندویستی رحمه الله فی "نظمه": أن الکعبة قبلة من یصلی فی المسجد الحرام، و المسجد الحرام قبلة أهل مکة لمن یصلی فی بیته أو فی البطحاء، و مکة قبلة أهل الحرم، و الحرم قبلة أهل العالم۔ و اللفظ للمرغینانی

یعنی، زندویسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "النظم" میں ذکر کیا کہ کعبہ اس شخص کا قبلہ ہے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھے اور مسجد الحرام اہل مکہ کا قبلہ ہے (ان میں سے) جو اپنے گھر میں یا بطحاء میں نماز پڑھے، اور مکہ اہل حرم کا قبلہ ہے، اور حرم اہل عالَم کا قبلہ ہے۔

اس کے تحت صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و هذا یشیر إلی أن من کان بمعاینة الکعبة فالشرط إصابة عینها، و من لم یکن بمعاینتها فالشرط إصابة جهتها، و هو المختار (۱۱۵)

یعنی، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو کعبہ کے سامنے ہو، اُسے عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا شرط ہے اور جو سامنے نہ ہو تو اُس کے لئے جہتِ کعبہ کو رُخ کرنا شرط ہے اور یہی مختار ہے۔

اسی طرح "تجنیس" سے امام کمال الدین نے "فتح القدیر" (۱/۲۳٤) میں علامہ

۱۱۰۔ التجنیس و المزید، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، فصل فی القبلة، ص ۲۹ٔ٤۔ ۴۳۰، مسألة (٤۳۹)

۱۱۱۔ فتح القدیر ۱/ ۲۳٤

۱۱۲۔ امداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۳۔ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح ۱/ ۲۳٦

۱۱٤۔ حاشیة الشلبی علی التبیین ۱/ ۲٦٤

۱۱۵۔ التجنیس و المزید ۱/ ٤۳۰

ابن نجیم حنفی نے "بحر الرائق" (۱/ ۲۸٤) میں، علامہ شبلی حنفی نے "حاشیۃ التبیین" (۱/ ۲٦٤) میں، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی نے "امداد الفتاح" (ص ۲۳۲) میں نقل کیا ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ سب کا قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ مسجد الحرام یا حرم کعبہ، چنانچہ شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد البخاری الحلوانی الحنفی متوفی ۴۵۲ھ کے حوالے سے علامہ شبلی حنفی (۱۱٦) اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی (۱۱۷) نقل کرتے ہیں:

قال الشیخ عبد العزیز البخاری: هذا علی التقریب و إلا فالتحقیق أن الکعبۃ قبلۃ أهل العالم

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

قال مولانا فخر الدین البدیعی رحمه الله: و هذا علی التقریب فأما التحقیق فالکعبۃ قبلۃ أهل العالَم (۱۱۸)

یعنی شیخ عبدالعزیز بخاری نے فرمایا (اور علامہ جلال الدین لکھتے ہیں: مولانا فخر الدین بدیعی علیہ الرحمہ نے فرمایا) یہ (جو ذکر کیا) علی التقریب ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ کعبہ اہلِ عالَم کا قبلہ ہے۔

بہر حال جو شخص کعبہ کے سامنے موجود ہو اس کے لئے فرض ہے کہ وہ نماز کے لئے عین کعبہ کی جانب اپنا رُخ کرے اور مسجد الحرام میں وہ مقامات جہاں سے کعبہ نظر نہیں آتا وہاں صفوں کے لئے بنائے گئے نشان پر صحیح کھڑے ہونے سے عین کعبہ کو منہ کرنا حاصل ہو جائے گا کہ اُن لکیروں پر کھڑا ہونے والے کے آگے سے اگر عمارت اگر ہٹا دی جائے تو اس کا رُخ عین کعبہ کی جانب ہو گا کیونکہ یہ لائنیں اسی مقصد کے لئے لگائی گئی ہیں۔ اسی طرح مسجد سے باہر صحن میں لگائی گئی لکیروں پر کھڑا ہونے والا عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے والا ہو جاتا ہے اگر چہ اصح و مختار قول کے مطابق ان کے لئے جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہی کافی ہے، اور جو

۱۱٦۔ حاشیۃ الشلبی علی التبیین ۱/ ۲٦٤

۱۱۷۔ إمداد الفتاح، ص ۲۳۲

۱۱۸۔ الکفایۃ شرح الهدایۃ مع الفتح، ۱/ ۲۳٦

شخص کعبہ سے آڑ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا فرض ہو گا اگر چہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی ہو کیونکہ مکہ میں رہتے ہوئے اگر کعبہ سے آڑ میں ہو تو وہ غائب کی مثل ہے اور فقہاء نے اسے اصح اور مختار لکھا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گزرا اور اس پر عین کعبہ کی طرف رُخ کرنے کو لازم کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جب کہ اسلام میں تکلیف بقدر طاقت ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی لکھتے ہیں:

التکلیف بحسب الوسع (۱۱۹)

یعنی، تکلیف وسعت کی حیثیت سے ہے۔

اور علامہ عبداللہ بن محمود الموصلی حنفی لکھتے ہیں:

التکلیف بقدر الطاقۃ (۱۲۰)

یعنی، تکلیف بقدرِ طاقت ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان لکھتے ہیں:

تکلیف بقدرِ وسعت اور طاعت بحسبِ طاقت ہوتی ہے (۱۲۱)

اس لئے صاحبِ بحر علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کنز کی عبارت "و استقبال القبلۃ" کے تحت لکھتے ہیں:

أی من شروطها إستقبال القبلۃ عند القدرة (۱۲۲)

یعنی، نماز کی شرطوں میں سے استقبالِ قبلہ قدرت پائے جانے کے وقت شرط ہے۔

اسی وجہ سے مشاہدِ کعبہ کے لئے عین کعبہ پر نظر فرض ہے، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

۱۱۹۔ الهدایۃ، ۱-۲/ ٥٦

۱۲۰۔ کتاب الاختیار لتعلیل المختار ۱/ ٦٤

۱۲۱۔ فتاویٰ رضویہ، جلد (۳)، باب التیمم، ص ۱٦

۱۲۲۔ بحر الرائق، ۱/ ۲۸۳

اتفاقاً لقدرته علیها یقیناً (۱۲۳)

یعنی، مشاہد کعبہ پر بالاتفاق کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے کیونکہ اُسے یقیناً اس پر قدرت حاصل ہے۔

لہٰذا عین کعبہ کی جانب منہ کرنا اس کے لئے فرض ہو گا جو کعبہ کے پاس موجود ہو کعبہ کا مشاہد و معاین ہو اور جو کعبہ سے دُور ہو اگرچہ مکہ میں ہی ہو اسے جہت کعبہ کی طرف منہ کرنا لازم ہو گا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

من کان بحضرة الکعبة یتوجه إلی عینها، و إن کان نائیاً عنها یتوجّه إلی جهتها (۱۲۴)

یعنی، جو شخص کعبہ کے پاس ہو تو وہ متوجہ ہو گا عین کعبہ کی جانب، اور اگر اس سے دُور ہو تو اس کی سمت کی جانب۔

اور بعض فقہاء کرام نے جس طرح غیر معاین و غیر مشاہد کی کے لئے جہت کعبہ کے فرض ہونے کو ''اصح و مختار'' لکھا ہے اسی طرح بعض نے اسے ''صحیح'' لکھا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

فللمکی المشاهد (للکعبة کما فی مراقی الفلاح و إمداد الفتاح) إصابة عینها، و لغیر المشاهد جهتها و لو بمکة علی الصحیح (۱۲۵)

یعنی، مکی کعبہ کا مشاہدہ کرنے والے کی نگاہ کا اس پر پڑنا اور کعبہ کو نہ دیکھنے والے کا اس کی سمت رُخ کرنا فرض ہے، اگرچہ وہ مکہ میں ہو صحیح مذہب کے مطابق۔

اور اس کی شرح میں ''و لو بمکة'' کے تحت لکھتے ہیں:

۱۲۳۔ إمداد الفتاح ص ۲۳۰

۱۲۴۔ المختار مع شرحه لمصنّفه الجزء (۱)، کتاب الصلاة، باب ما یفعل قبل الصلاة، ص ٦٤

۱۲۵۔ نور الإیضاح مع مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة و أرکانها، ص ۱۲٤

و حال بینه و بین الکعبة بناء أو جبل علی الصحیح کما فی "الدرایة" و "التجنیس" (۱۲٦)

یعنی، (غیر مشاہد کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے اگرچہ وہ مکہ میں ہو) اور صحیح قول کے مطابق مکہ میں نماز پڑھنے والے اور کعبہ کے درمیان کوئی عمارت یا پہاڑ حائل ہو (تو اُسے جہت کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے) جیسا کہ "درایہ" اور "تجنیس" میں ہے۔

دوسری شرح میں اپنے قول "و لغیر المشاهد" کے تحت لکھتے ہیں:

سواء کان بمکة أو غیرها إصابة جهتها أی الکعبة و هو الصحیح (۱۲۷)

یعنی، غیر مشاہد کے لئے ٹھیک جہت کعبہ کو نماز میں رُخ کرنا لازم ہے چاہے وہ (غیر مشاہد) مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں، یہی صحیح ہے۔

اور "امداد الفتاح" میں پوری بحث کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں:

و إذا علمت ما ذکرناه فالفرض لغیر المشاهد إصابة جهتها و لو کان غیر المشاهد بمکة (۱۲۸)

یعنی، جب تو نے جان لیا جسے ہم نے ذکر کیا تو غیر مشاہد کے لئے ٹھیک کعبہ کی جہت کو رُخ کرنا فرض ہے اگرچہ وہ غیر مشاہد مکہ میں ہو۔

لہٰذا متون میں فقہاء کرام کے قول "مکی" سے مراد مُعاین و مُشاہد کعبہ اور "غیرہ" سے مراد غیر مُعاین و غیر مشاہد ہے۔ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و أقرّه المصنّف قائلاً: و المراد بقولی: "فللمکی" مکی یعاین الکعبة و لغیره أی غیر معاینها (۱۲۹)

۱۲٦　مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح ص ۱۲٤

۱۲۷　إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح ص ۲۳

۱۲۸　إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح ص ۲۳۱

۱۲۹　الدر المختار شرح تنویر الأبصار، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٤۲۸

یعنی، اور مصنف نے اس کو یہ کہتے ہوئے ثابت رکھا کہ اس قول "مکی کے لئے" سے میری مراد یہ ہے کہ مکی وہ جو کعبہ کا مُعاین و مُشاہد ہو اور میرے قول "اس کے غیر کے لئے" سے میری مراد وہ شخص ہے جو کعبہ کا مُعاین نہ ہو۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و الأصح أن من بينه و بينها حائل كالغائب (١٣٠)

یعنی، اصح یہ ہے کہ جس شخص اور کعبہ کے درمیان کچھ حائل ہو وہ غائب کی طرح ہے۔

اور غیر مُشاہد مکی کے حق میں بقدر استطاعت و طاقت نماز میں عین کعبہ کو رُخ کرنے کی تحقیق لازم ہوگی جس طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر حائل اصلی ہو جیسے پہاڑ تو اس پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ لے تا کہ اس کا کعبہ کی طرف منہ کرنا علی وجہ الیقین ہو جائے کیونکہ یقین کے مقابلے میں گمان قابلِ قبول نہیں ہوتا اور اگر اس طرح بھی کعبہ کو دیکھنے پر قدرت نہیں یا ایسی جگہ ہے کہ کعبۃ اللہ وہاں سے نظر نہیں آتا جیسے فی زمانہ بلند عمارتیں کعبہ کو دیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہوں تو اُسے صرف جہتِ کعبہ کی طرف منہ کرنا کافی ہوگا۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

استقبالِ قبلہ عام ہے کہ عینِ کعبہ معظمہ کی طرف منہ ہو جیسے مکہ مکرمہ والوں کے لئے یا اس جہت کو منہ ہو جیسے اوروں کے لئے (درمختار) یعنی تحقیق یہ ہے کہ جو عین کعبہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے اگرچہ کعبہ آڑ میں ہو جیسے مکہ معظمہ کے مکانوں میں جب کہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عین کعبہ کی طرف دیکھنا فرض ہے، جہت کافی نہیں، اور جسے یہ تحقیق ممکن نہ ہو اگرچہ خاص مکہ معظمہ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے از افادات رضویہ۔(۱۳۱)

۱۳۰۔ الدر المختار شرح تنوير الأبصار ٤٢٨/١

۱۳۱ بہارِ شریعت، حصہ (۳) نماز کی شرطوں کا بیان، تیسری شرط، ص ۴۲

اور جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی (از "درمختار" و "افادات رضویہ") نقل کرتے ہیں:

جہتِ کعبہ کو منہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ منہ کی سطح کا جو کوئی جزء کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے مگر منہ کا کوئی جزء کعبہ کے مواجہ میں ہے نماز ہو جائے گی، اس کی مقدار ۴۵ درجہ رکھی گئی ہے تو اگر ۴۵ درجے سے زائد انحراف ہے استقبال نہ پایا گیا نماز نہ ہوئی (۱۳۲)

اور وہ لوگ جو مکہ مکرمہ میں گھروں یا ہوٹلوں میں ہوں اور وہاں نماز پڑھنا چاہیں تو اُن کو اپنے گھر یا ہوٹل کی چھت سے دیکھنا چاہئے کہ وہاں سے کعبہ نظر آتا ہے یا نہیں اگر نظر آتا ہے تو ان کے حق میں عین کعبہ کو رُخ کرنا لازم رہے گا کہ ایسوں کے لئے فقہاء کرام کی تصریح مذکور ہے اور اگر نظر نہ آئے بہت کم ہے کہ نظر آئے تو اُن کے حق میں جہت کعبہ کو رُخ کافی ہوگا اور ہوٹلوں میں تقریباً جہت کعبہ کی نشاندہی کی ہوئی ہوتی ہے اس کا اعتبار کیا جائے۔

اعتراض: اگر کہا جائے فقہاء کرام نے اس پر اجماع کا ذکر کیا ہے کہ مکی کے حق میں عین کعبہ کو رُخ کرنا فرض ہے تو وہ اگر عین کعبہ کو رُخ نہ کرے تو اس کی نماز کیونکر درست ہوگی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کو مُشاہد و مُعاین کعبہ پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ اجماع مُشاہد کعبہ کے حق میں ہے نہ کہ غیر مُشاہد کے حق میں، ورنہ اجماع کا دعویٰ غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ دوسرے فقہاء کرام نے مکی غیر مشاہد کے حق میں جہت کعبہ کو رُخ کرنا فرض قرار دیا ہے اور اسے اصح، صحیح اور مختار قرار دیا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فقوله في "مجمع الروايات" قال في "الكافي" "من كان بمكة ففرضه إصابة عينها إجماعاً" يمكن حمله على ما إذا كان مشاهداً و إلا فيكف الإجماع مع ما ذكرناه (١٣٣)

۱۳۲۔ بہارِ شریعت ۴۲/۳

۱۳۳ إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح كتاب الصلاة، ص ٢٣٢

یعنی، ان کا قول "مجمع الروایات" میں قول کہ "کافی" میں فرمایا:
پس جو شخص مکہ مکرمہ میں ہو تو بالاجماع اس کا فرض ٹھیک کعبہ کی طرف رخ کرنا ہے، اسے اس پر محمول کرنا ممکن ہے جب کہ وہ مشاہد کعبہ ہو ورنہ جو ہم نے (اس کے خلاف فقہاء کے اقوال کو) ذکر کیا اس کے ہوتے ہوئے اجماع کیسے ہوگا۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں،

و لیس الإجماع علی الإطلاق بل فی حقّ المشاهد للکعبة أما من بینه و بینها حائل فلا إجماع علی إشتراط عینها فی حقّه، بل الأصح أنه کالغائب للزوم الحرج فی إلزام حقیقة المسامتة فی کل بقعة یصلی فیها (۱۳٤)

یعنی، اجماع علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اجماع کعبہ کے مشاہد کے حق میں ہے، مگر وہ شخص جس کے اور کعبہ کے مابین آڑ ہو تو اس کے حق میں عین کعبہ کو رُخ کرنے کی شرط کرنے پر اجماع نہیں ہے بلکہ اصح یہ ہے کہ وہ مثل غائب کے ہے کیونکہ ہر خطہ جس میں وہ نماز پڑھے اس پر حقیقۃ مسامتہ لازم کرنے میں لزوم حرج ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ ہے کہ فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ مکی اگر گھر میں نماز پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ اگر بیچ کی دیواریں ہٹادی جائیں تو نمازی کا رُخ کعبہ کے کسی جزء کی طرف ہو، اگر ایسا نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی؟

جواب۔ دوسرے فقہاء کرام نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ ایسا مکی کالغائب ہے لہٰذا اس کی نماز صرف جہتِ کعبہ کو متوجہ کرنے سے اسی طرح درست ہو جائے گی جس طرح آفاقی کی نماز درست ہو جاتی ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۳٤۔ غنیۃ ذوی الأحکام فی بغیۃ درر الحکام المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ تحت قوله إستقبال عین الکعبة الخ ص ٦٠

لکن تفریعه بقوله: حتی لو صلّی فی بیته ینبغی أن یصلّی بحیث لو أزیلت الجدران یقع استقباله علی شطر الکعبة یدافعه لقوله: بخلاف الآفاقی۔ قال الزاهدی: و فرض الغائب جهة الکعبة۔ انتهی (۱۳٥)

یعنی، ان کی اپنے اس قول کے ساتھ تفریع حتی کہ مکی اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے اس طرح نماز پڑھے کہ اگر اس کے اور کعبہ کے مابین دیواروں کو ہٹا دیا جائے تو اس کا استقبال کعبہ کے کسی جزء پر، اس (اعتراض) کو دُور کر دیتا ہے انہی کا قول "بر خلاف آفاقی کے"۔ زاہدی نے کہا کہ غائب کا فرض جہتِ کعبہ ہے۔ انتہی

هذا ما ظهر لی فی هذا الباب و الله تعالیٰ أعلم بالصواب و علمه أتم و أحکم

یوم الاربعه ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ ھ ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦ م (F-255)

جہری نماز میں ترکِ جہر کا حکم

الاستفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد حرام میں اپنی علیحدہ جماعت کروانے کی صورت میں امام نے جہری نماز میں فتنے کے خوف سے قرأت میں آواز کو بلند نہ ہونے دیا بھی کبھی آواز بہت آہستہ ہو جاتی تو اس صورت میں نماز کا حکم کیا ہوگا؟ اور مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ باجماعت نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا تنہا نماز پڑھنے والے کو بھی حاصل ہوگی؟

(سائل: محمد خرم عبدالقادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمه سبحانه و تعالیٰ و تقدس الجواب صورت مسئولہ میں جو نمازیں ادا کی گئیں ان میں امام نے اگر اتنی آواز کے ساتھ قرأت کی تھی کہ جسے صف اول میں سُنا جاسکتا تھا تو وہ نمازیں درست ہو گئیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

۱۳٥۔ إمداد الفتاح شرح نور الإیضاح، ص ۲۳۲

"جہر کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی جو صفِ اول میں ہیں سُن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے لئے حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے"۔(۱۳۶)

اور علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۱۹۸ھ میں ہے

وأدنى الجهر إسماع غيره ممن ليس بقربه كأهل الصف الأول و أعلاه لاحد له فافهم۔ (۱۳۷)

یعنی، ادنیٰ جہر اپنے اس غیر کو سُنانا ہے جو قریب نہ ہو جیسے پہلی صف والے اور اعلیٰ جہر کی کوئی حد نہیں۔

اور صفِ اول تک کے تمام افراد تک بھی امام کی قرأت کی آواز پہنچنا شرط نہیں چنانچہ علامہ احمد بن محمد بن اسمٰعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

قوله (ويجب جهر الإمام) الواجب منه أدناه وهو أن يسمع غيره، ولو واحداً وإلا كان مسرارة فلو أسمع اثنين من أعلى الجهر۔ حموی عن "الخزانة"۔ (۱۳۸)

یعنی، علامہ شرنبلالی کا قول کہ امام پر جہر واجب ہے واجب کا ادنیٰ یہ کہ دوسرے کو سُنائے اگرچہ ایک ہی ہو ورنہ اخفا ہوگا پس اگر دو نے سُنا تو اعلیٰ جہر ہے۔

اب اگر امام نے ایسا جہر کیا جسے صفِ اول میں موجود چند افراد سن سکتے ہوں تو واجب ادا ہو جائے گا ورنہ ادا نہ ہوگا اور سجدہ سہو نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اور اگر عمداً اسے ترک کیا تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز درست نہ ہوگی۔

۱۳۶۔ بہار شریعت، حصہ سوم، کتاب الصلاۃ، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، ص ۷۲

۱۳۷۔ رد المحتار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل فی القراءۃ، مطلب فی الکلام الخ، ص ۵۳۳

۱۳۸۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ و ارکانہا، فصل فی بیان واجب الصلاۃ، ص ۲۵۲۔ ۲۵۳

جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ويجهر الإمام وجوباً في الفجر و أولى العشائين أداءً و قضاءً الخ (۱۳۹)

یعنی، اور امام فجر، اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں وجوباً قرأت کرے۔

اور امام نے اگر جہری نماز میں ایسا جہر کیا جسے صف اول میں نہ سنا جا سکتا ہو تو وہ جہر نہیں ہے لہٰذا سجدہ سہو لازم ہوگا بشرطیکہ عمداً ایسا نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر تلزمه سجدتا السهو لأن الجهر في موضعه والمخافتة في موضعه من الواجبات۔ (۱۴۰)

یعنی، امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا اور جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو اسے دو سجدے سہو لازم ہوں گے کیونکہ جہر اپنی جگہ پر اور اخفاء اپنی جگہ پر واجبات میں سے ہیں۔

اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نمازیں لوٹانی ہوں گی جیسے کہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

وتعاد وجوباً في السهو إن لم يسجد له ملخصاً (۱۴۱)

یعنی، سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں اگر سجدہ نہ کیا تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

یہ تو سہواً ترک جہر کا حکم تھا اب اگر جان بوجھ کر جہری نماز میں جہر کو ترک کرتا ہے جیسے

۱۳۹۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، فصل، ص ۵۳۲۔ ۵۳۳

۱۴۰۔ الہدایہ، المجلد (۱، ۲)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ص ۱۰۸

۱۴۱۔ الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب سجود السہو، ص ۶۵۶

کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا، سجدہ سہو کافی نہ ہوگا جیسا کہ "بہار شریعت" (۷۳/۴/۱) میں ہے۔

یہ مسئلہ کہ جہاں نہ جماعت ملتی ہو اور الگ جماعت قائم کرنے کی صورت میں فتنے کا قوی امکان ہو وہاں نماز پنجگانہ کے لئے جماعت کروائی جائے یا انفرادی طور پر پڑھی جائے تو اس کے جواب میں حضرت ضیاء الملت علامہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے و یسے فساد سے بچنے کے لئے"۔(۱۴۲)

اور چالیس نمازوں کی فضیلت نماز با جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ "نبی ﷺ نے صرف نمازوں کا حکم فرمایا ہے کسی حدیث شریف میں یہ حکم نہیں کہ ضروری ہے کہ امام کے پیچھے پڑھی جائیں"۔(۱۴۳)

اور ایسی صورت میں جہاں جماعت نہ ملے اور نہ خود قائم کی جا سکتی ہو تنہا نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں ہوتا کہ گناہ ترکِ واجب پر ہے اور وہاں یہ واجب ہی نہیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب و إليه المرجع والمآب

۲۰ جمادی الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۱۱ اغسطس ۲۰۰۱م (JIA-111 Ref 090-2001)

ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے یا نہیں، سنا ہے کچھ حنفی علماء نے علانیہ با جماعت ایسا کیا ہے، کیا ان کا فعل جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کا ایک وقت

۱٤۲ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، مکتبہ مدینہ کراچی، ص ۱۵

۱٤۳ امام حرم اور ہم، مصنفہ علامہ فیض احمد اویسی، ص ۳٤

مقرر کر دیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ الآية (۱٤٤)

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔(کنز الایمان)

تو لازم ہے کہ اس کی اوقات کی رعایت کی جائے۔(خزائن العرفان)

اور حدیث شریف ہے:

عن عبدالله قال: "ما رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ صَلَاتَيْنِ إِلَّا بِجَمْعٍ وَ صَلَّى الصُّبْحَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ وَقْتِهَا" و اللفظ للنسائي، رواه البخاري في الحج، باب متى يصلي الفجر بجمع (برقم:۱٦۸۲)، مسلم في الحج، باب استحباب زيادة التغليس بصلاة الصبح يوم النحر (برقم:۱۲۸۹)، و أبو داود في المناسك، باب الصلاة بجمع (برقم:۱۹۳٤)، و النسائي في المواقيت، باب الجمع بين المغرب و العشاء بمزدلفة (برقم:٦۰٤)، و أحمد في "مسنده" ۳۸٤/۱

یعنی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو نمازیں ایک ساتھ جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں، اور اس دن صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے ادا کی۔ یہ الفاظ نسائی کے ہیں، اس حدیث کو امام بخاری نے حج کے بیان میں، امام مسلم نے حج کے بیان میں، ابو داؤد نے مناسک کے ذکر میں، نسائی نے مواقیت کے بیان میں اور امام احمد نے اپنی "مسند" (۳۸٤/۱) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو الحسنات عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

أما عدم جواز الجمع في غير ذلك فلحديث: "لَيْسَ فِي النَّوْمِ

۱٤٤ النساء ۱۰۳/٤

التَّفْرِيطُ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقْظَةِ أَنْ يُؤَخِّرَ الصَّلَاةَ حَتَّى يَجِيءَ وَقْتُ الْأُخْرَى" أخرجه مسلم و غيره، و الحديث: "مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ أَتَى بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْكَبَائِرِ" أخرجه الحاكم و الترمذي لكن في سنده ضعيف جداً (١٤٥)

یعنی، مگر نماز کو اس کے وقت کے غیر میں جمع کرنے کا عدم جواز تو اس حدیث کی بناء پر ہے کہ تفریط نیند میں نہیں ہے وہ تو جاگنے میں ہے کہ نماز کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ اسے مسلم وغیرہ نے تخریج کیا اور اس حدیث کی بناء پر ہے: "جس نے دو نمازوں کو بلا عذر جمع کیا تو وہ کبائر کے ابواب کو آیا" اسے امام حاکم اور ترمذی نے تخریج کیا لیکن اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین بہر صورت نا جائز ہے، چنانچہ تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن جمال الدین عبید اللہ المحبوبی لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان في وقت بلا حج (١٤٦)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں بغیر حج (یعنی عرفات و مزدلفہ) کے جمع نہ کیا جائے۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يجمع بين صلاتين في وقت واحد في حضر و لا سفر إلا بعرفة و المزدلفة (١٤٧)

یعنی، دو نمازوں کو ایک وقت میں نہ حضر میں اور نہ ہی سفر میں جمع کیا جائے گا سوائے عرفات اور مزدلفہ کے۔

١٤٥۔ عمدة الرعاية في حل شرح الوقاية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، ص ١٠٠

١٤٦ وقاية الرواية، كتاب الصلاة

١٤٧ المختار للفتوى، كتاب الصلاة، فصل: الحكم سجود التلاوة و الأوقات المكروهة فيها الصلاة

اور امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

لا نجمع لسفر أو مطر (١٤٨)

یعنی، ہم نمازوں میں جمع نہیں کریں گے سفر اور بارش کی وجہ سے۔

اس کے تحت شارح ابن ملک لکھتے ہیں:

يعني الجمع بين الظهر و العصر، بين صلاتي المغرب و العشاء لعذر سفر أو مطر غير جائز عندنا خلافاً للشافعي

یعنی، ہمارے نزدیک ظہر اور عصر میں اور مغرب و عشاء میں عذرِ سفر یا عذرِ بارش کی وجہ سے جمع کرنا نا جائز ہے برخلاف امام شافعی کے۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

عن الجمع بين الصلاتين في وقت واحد بعذر (١٤٩)

یعنی، منع کیا گیا ہے دو نمازوں کو کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع کرنے سے۔

اور علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوز الجمع بين الصلاتين في وقت واحد بعذر عندنا إلا صلاة الظهر و العصر بعرفة و المغرب و العشاء بمزدلفة الخ (١٥٠)

یعنی، ہمارے نزدیک دو نماز کو ایک وقت میں کسی بھی عذر کی بناء پر جمع کرنا جائز نہیں سوائے نمازِ ظہر اور عصر کے عرفات میں اور نمازِ مغرب اور عشاء مزدلفہ میں۔

اور قاضی محمد بن فراموز الشہیر بملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

و لا يجمع فرضان في وقت العذر بل بحج (١٥١)

١٤٨ مجمع البحرين و ملتقى النيرين، كتاب الصلاة، ص ١٠٧

١٤٩ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الوقت الصلاة

١٥٠ فتاوى قاضيخان على هامش الفتاوى الهندية، المجلد (١)، كتاب الصلاة، باب الأذان، ص ٧٥

١٥١ غرر الأحكام، كتاب الصلاة

یعنی، دو فرضوں کو کسی عذر کے باعث ایک وقت میں جمع نہ کیا جائے گا
بلکہ حج (عرفات و مزدلفہ) میں (جمع کیا جائے گا)

کیونکہ جمع کرنے سے وقت میں تغیر ہوگا، چنانچہ علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و فی الجمع تغییر الوقت (۱۰۲)

یعنی، اور جمع کرنے میں وقت کی تغییر ہے۔

اگر ایک فرض کو مقدم کیا تو وہ فاسد ہوگا اور اگر مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے، اگر چہ بطور قضاء وہ صحیح ہو جائے گا، چنانچہ علامہ شمس الدین تمرتاشی لکھتے ہیں:

و لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر فإن جمع فسد لو قدم و حرم لو عکس و إن صح إلا لحاج بعرفة و مزدلفة (۱۰۳)

یعنی، دو فرضوں میں کسی عذر کے سبب ایک وقت میں جمع نہیں، پس اگر جمع کیا تو فاسد ہے اگر مقدم کیا اور حرام ہے اگر اس کا عکس کیا، اگر چہ صحیح ہو جائے گی سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

فإن جمع فسد لو قدم الفرض علی الوقت و حرم لو عکس ای أخره عنه وإن صح بطریق القضاء إلا الحاج بعرفة و مزدلفة کما سیجیٔ (۱۰۴)

یعنی، پس اگر (دو فرض کو ایک وقت میں) جمع کیا تو (اور ایک فرض نماز کو اپنے وقت پر) مقدم کیا تو وہ نماز فاسد ہو جائے گی (جسے مقدم کیا) اور اگر اس کا عکس کیا یعنی ایک فرض کو اپنے وقت سے مؤخر کیا تو ایسا کرنا حرام ہے اگر چہ اس کا وہ فرض (جسے مؤخر کیا) بطریق قضاء درست ہو

۱۰۲۔ کتاب الإختیار لتعلیل المختار ۱/۵۷
۱۰۳ تنویر الأبصار، قبل باب الأذان
۱۰۴ فتاوی و احدی، المجلد (۱)، کتاب الصلاة مقالہ، ص ۸۰

جائے سوائے حاجیوں کے عرفات اور مزدلفہ میں (جمع کرنے کے)
جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور امام شافعی کے ہاں جمع بین الصلاتین جائز ہے اور ان کے نزدیک جواز کی دلیل ایک حدیث شریف ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا جسے امام شافعی نے بطور دلیل پیش کیا وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ کہ جمع وقتی پر، چنانچہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا کہ:

لا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر و مطر خلافاً للشافعی، و ماروا محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً (۱۰۵)

یعنی، دو فرضوں کو سفر اور بارش کے عذر سے ایک وقت میں جمع کرنا (جائز) نہیں، برخلاف امام شافعی کے، اور جیسے انہوں نے روایت کیا ہے وہ فعلاً جمع پر محمول ہے نہ کہ وقتاً جمع پر۔ (یعنی ایک وقت میں جمع کرنے پر)

اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے فعلاً جمع کے جواز کی تصریح کی ہے، چنانچہ علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الجمع فعلاً و لا وقتاً، وهو تفسیر ما روی: "أنه ﷺ جمع بین الصلاتین" (۱۰۶)

یعنی، فعلاً جمع جائز ہے نہ کہ وقتاً۔

اور جمع فعلی کسے کہتے ہیں، اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ موصلی حنفی لکھتے ہیں

و تفسیره: أنه یؤخر الظهر إلی آخر وقتها، و یقدم العصر فی أول وقتها (۱۰۷)

یعنی، فعلاً جمع کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کرے

۱۰۵ فتاوی واحدی ۱/۸۰
۱۰۶ کتاب الإختیار ۱/۵۷
۱۰۷ کتاب الإختیار لتعلیل المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، ص ۵۷

اور عصر کو اس کے اول وقت میں مقدم کرے۔

ہاں ہمارے فقہاء کرام نے بوقت ضرورت امام شافعی کے مذہب کی تقلید کی اجازت دی ہے چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشرط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (۱۵۸)

یعنی، بوقت ضرورت تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے ان تمام شرائط کا التزام کرے جسے امام (یعنی امام شافعی) نے واجب کیا ہے۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ نقل کرتے ہیں:

و لا بأس بالتقليد عند الضرورة لكن بشترط أن يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الإمام (۱۵۹)

یعنی، اور بوقتِ ضرورت (مذہب غیر کی) تقلید کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس تمام کا التزام کرے جسے اس امام نے واجب کیا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی شرائط ہیں جسے امام شافعی نے واجب کیا ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقد شرط الشافعي لجمع التقديم ثلاثة شروط: تقديم الأولى، نية الجمع قبل الفراغ منها، و عدم الفصل بينهما بما يعد فاصلاً عرفاً، و لم يشترط في جمع التأخير سوى نية الجمع قبل خروج الأولى، "نهر" و يشترط أيضاً أن يقرأ الفاتحة في الصلاة و لو مقتدياً، و أن يعيد الوضوء من مسّ فرجه أو

۱۵۸۔ الدر المختار ۱/ ۳۸۲، ۳۸۳

۱۵۹۔ فتوى وحيدي/ ۸۰

أجنبيةً و غير ذلك من الشروط و الأركان المتعلقة بذلك الفعل (۱۶۰)

یعنی، جمع تقدیم کے لئے امام شافعی کی تین شرائط ہیں: پہلی کو مقدم کرے، اس میں جمع کی نیت کرنا اس سے (یعنی پہلی سے) فارغ ہونے سے قبل، اور ان دونوں کے درمیان ایسے فعل سے فصل نہ کرنا جس فعل کو عرف میں فاصل شمار کیا جاتا ہے، اور جمع تاخیر میں کوئی شرط نہیں سوائے پہلی نماز سے فارغ ہونے سے قبل دوسری کی نیت کرنے کے "نہر"۔ اور یہ بھی شرط کیا گیا نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ مقتدی ہو، اور یہ کہ جو شخص شرمگاہ کو چھولے یا کسی اجنبیہ عورت کو چھولے وہ وضو دوبارہ کرے اور اس کے علاوہ اور شروط اور ارکان جو اس فعل سے متعلق ہیں۔

اور مخدوم عبدالواحد سیوستانی متوفی ۱۲۲۴ھ لکھتے ہیں:

قالوا شروط التقديم ثلاثة البداية بالأولى و نية الجمع بينهما و محل هذه النية عند التحريم لعنى في الأولى و يجوز في إثنائها على الأظهر و لو نوى مع السلام منها جاز على الأصح و الموالاة بأن لا يطول بينهما فصل فإن طال وجب تأخير الثانية إلى وقتها الخ "بحر"۔ و يجوز بشرط العذر و الترتيب و نية الجمع و المواصلة بينهما و أن لا يتنفل بينهما بنفل و لا غيره إلا أن يقيم لها فإنه جائز الخ فتاوى وبرى۔ فالحاصل أن الجمع بعذر المطر عند الضرورة و إن كان لا بأس فيه بتقليد الإمام الشافعي لكنّه مشروط بالتزام شرائط الجمع (۱۶۱)

یعنی، انہوں نے کہا کہ تقدیم کی شرطیں تین ہیں (۱) پہلی نماز سے شروع

۱۶۰۔ رد المحتار ۱/ ۳۸۲، ۳۸۳

۱۶۱۔ فتاوى واحدي المجلد (۱)، كتاب الصلاة فصل ص ۸۰

کرنا۔(۲) اور ان دونوں میں جمع کی نیت کرنا اور اس کی نیت کا محل تحریمہ کے وقت ہے، میری مراد ہے کہ پہلی نماز میں تحریمہ کے وقت جمع کی نیت کرنا۔ اور دورانِ نماز جمع کی نیت کرنا اظہر قول کے مطابق جائز ہے اور اگر (پہلے فرض کے) سلام کے وقت (جمع کی) نیت کی تو اصح قول کے مطابق جائز ہے۔(۳) اور موالات (یعنی پے در پے کرنا) اس طرح کہ ان دونوں کے مابین طویل فصل نہ کرے اور اگر فصل کو طویل کیا تو دوسرے فرض کی تاخیر اس کے وقت تک کرنا ہوگی (یعنی پھر اُسے اپنے وقت میں ہی پڑھنا ہوگا) الخ، "بحر"۔ اور بشرط عذر جائز ہے، اور ترتیب ہے (یعنی ترتیب سے پڑھے کہ پہلی کو پہلے دوسری کو بعد میں ادا کرے) اور اسی سے ان دونوں کے مابین جمع اور مواصلت ہے اور وہ یہ کہ ان دونوں کے مابین نفل وغیرہ نہ پڑھے مگر یہ کہ اس کے لئے اقامت ہو جائے تو جائز ہے الخ "فتاوی وزیری"۔ تو حاصلِ کلام یہ ہے کہ جمع بعذر بارش عند الضرورت ہے، اور اگر عذر ہو تو اس میں امام شافعی کی تقلید کرنے میں حرج نہیں لیکن وہ (جواز) جمع کی شرائط کا التزام کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔

لیکن ہمارے فقہاء کرام کے متون کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں متون کی عبارات سے واضح ہے اور متون کا اطلاق ہی راجح ہوتا ہے، چنانچہ مخدوم سیوستانی حنفی متوفی ۱۲۴۲ھ لکھتے ہیں:

ثم لا یخفی أن إطلاق متن الکنز و التنویر و غیرھما یأبی عن جواز الجمع مطلقاً سواء کان بتقلید و غیرہ و صرّحوا بترجیح إطلاق المتون فعلی ھذا لا یجوز الجمع فی المطر أصلاً و لو عند الضرورۃ و التقلید و رعایۃ الشروط واللہ أعلم (۱۶۲)

۱۶۲ فتوی و حمدی ۱/۸-

یعنی، پھر یہ مخفی نہیں کہ "کنز الدقائق" اور "تنویر الأبصار" کے متن کا اطلاق جمع بین الصلاتین کے جواز کا مطلقاً انکار کرتا ہے چاہے (کسی امام کی) تقلید کرتے ہوئے ہو یا تقلید کرتے ہوئے نہ ہو۔ اور فقہاء کرام نے اطلاقِ متون کی ترجیح کی صراحت کی ہے تو اس بناء پر بارش میں اصلاً جمع بین الصلاتین جائز نہیں اگرچہ بوقت ضرورت ہو اور (امام شافعی کی) تقلید میں ہو اور شروطِ جمع کی رعایت کرتے ہوئے ہو۔

یہ تو تھا عند الضرورت کا حکم، اب ہوائی جہاز میں جب علماء کرام نے فرض نماز کے جواز کا فتویٰ دیا ہے تو اس سفر کے لئے جمع تقدیم ہو یا تاخیر ہو، جمع کی اصلاً کوئی ضرورت ہی نہ رہی۔ لہٰذا جن حنفی علماء کے نزدیک بوقت ضرورت امام شافعی کی تقلید کرتے ہوئے جمع بین الصلاتین جائز ہے ان کے نزدیک بھی یہاں جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ضرورت نہیں ہے اور خود شافعی المذہب کے حق میں بھی ہوائی سفر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز نہیں کیونکہ ان کے ہاں جواز دیگر شرائط کی طرح شرطِ ضرورت کے ساتھ مقید ہے اور یہاں ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا ان علماء کا عمل جواز کی دلیل نہیں ہے۔

اور اگر ضرورت ہو اور حنفی جمع بین الصلاتین کرے تو اُسے امام شافعی کے نزدیک جمع بین الصلاتین کی جو شرطیں ہیں ان کی رعایت کرنا لازم ہوگا۔ اور علماء کرام اگر علی الاعلان اپنے مذہب کے خلاف پر عمل کریں تو ان پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے والے حنفی عوام المسلمین کو اس بارے میں بتائیں کہ ہمارے مذہب میں ایسا کرنا جائز نہیں، صرف امام شافعی کے مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ضرورت شرعی کے پائے جانے کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء نے اجازت دی ہے اور ضرورت ایسی ہو جسے شرع مطہرہ میں ضرورت قرار دیا جا سکے جیسے یہاں ضرورت یہ ہے کہ اگر ہم جمع بین الصلاتین نہیں کرتے تو نماز فوت ہو جائے گی۔ تاکہ عوام اسے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب نہ سمجھ لیں اور ان کے اندر ہمارے امام کی تقلید غیر ضروری ہونے کی سوچ پیدا نہ ہو جائے اور وہ

محض اپنی آسانی اور سہولت کے لئے دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے لگ جائیں۔یا وہ تقلید کو غیر ضروری سمجھنے نہ لگ جائیں۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذی القعدہ ۱۴۲۷ھ، ۷ دیسمبر ۲۰۰۶ م (273-F)

شہر کے کسی ہوٹل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج جمعہ کا دن ہے اور ہم لوگ مکہ میں مقیم ہیں کہ منیٰ روانگی سے نصف ماہ قبل سے مکہ میں موجود ہیں اور ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہی اقامت کی نیت بھی کر لی تھی اب ہم جمعہ یہاں کے امام کی اقتداء میں ادا نہیں کر سکتے تو کسی ہوٹل وغیرہ میں اپنا جمعہ قائم کر سکتے ہیں، جب کہ قانوناً ممنوع ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنا پڑے گا کہ اگر ان کو خبر ہو گئی تو جیل ہو گی؟

ایک گروہ کسی اسلامی شہر گیا اور اس گروہ نے اقامت کی نیت بھی کر لی، اب جمعہ کا دن آیا بسیار تلاش کے باوجود انہیں صحیح العقیدہ سُنّی امام میسر نہیں آتا کہ جس کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کریں تو کیا ایسی صورت میں وہ کسی ہوٹل وغیرہ میں جمعہ کی نماز قائم کر سکتے ہیں جب کہ وہاں کی حکومت کی طرف سے ایسا کرنا ممنوع ہو کہ اگر حکومت کو خبر ہو گئی تو پکڑے جانے کا قوی امکان ہے۔اس لئے اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کو پوشیدہ رکھنا ہوگا جیسے دروازے بند کر کے یا کسی کو باہر کھڑا کر کے جو کسی انجان آدمی کو اندر نہ آنے دے وغیرہ اور اگر انہوں نے اس طرح جمعہ نماز ادا کی تو ان کی یہ نماز ہو گی یا انہیں ظہر نماز پڑھنی ہو گی۔اسی طرح ایسی صورت میں عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

(السائل محمد فاروق بن عبد الرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ہوٹل میں جمعہ قائم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر قائم کر لیا تو جمعہ ادا نہ ہوگا کیونکہ جمعہ پڑھنے کے لئے کچھ شرطیں

ہیں، ان میں سے ایک شرط بھی نہ ہو گی تو جمعہ ادا نہیں ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

> جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو ہوگا ہی نہیں۔(۱۶۳)

ان میں چھٹی اور آخری شرط اِذنِ عام کا پایا جانا ہے اور یہاں اس صورت میں جمعہ ادا کرنے میں یہ شرط نہیں پائی جاتی لہذا جمعہ نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

> شرط أدائها المصر و الخطبة و الجماعة و الإذن العام ملخصاً (۱۶۴)
>
> یعنی، ادائیگی جمعہ کی شرط مصر، خطبہ، جماعت اور اذنِ عام ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

> و يشترط لصحتها ستة أشياء المصر أو فناؤه ...... و الإذن العام (۱۶۵)
>
> یعنی، اور جمعہ کی صحت کے لئے چھ چیزیں شرط کی جاتی ہیں، مصر یا فنائے مصر ...... اور اذنِ عام۔

اور اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

> كما في "الكنز" لأنها من شعائر الإسلام، و خصائص الدين، فلزم إقامتها على سبيل الإشتهار و العموم (۱۶۶)
>
> یعنی، اسی طرح "کنز الدقائق" میں ہے کیونکہ شعائرِ اسلام اور خصائصِ دین سے ہے تو اسے علی سبیل الاشتہار اور عموم قائم کرنا لازم ہے۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

۱۶۳۔ بہارِ شریعت، ۱/۷۶۲

۱۶۴۔ كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب الجمعة

۱۶۵۔ نور الإيضاح

۱۶۶۔ مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲۵۶۔۲۵۸

حتی لو غلق بابه و صلی بالجماعة لا تجوز، ولو أذن للناس بالدخول فیه جاز (١٦٧)

یعنی، حتی کہ اگر اپنا دروازہ بند کرلیا اور اپنے اتباع کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھی تو جائز نہ ہوئی اور اگر لوگوں کو داخل ہونے اجازت دے دی تو جائز ہے۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہے:

حتی لو غلق الإمام باب قصره أو المحل الذی یصلی فیه بأصحابه لم یجز و إن أذن للناس بالدخول فیه صحت الخ (١٦٨)

یعنی، امام نے اگر اپنے محل یا جس جگہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کا دروازہ بند کرلیا تو جائز نہ ہوا اور اگر لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی تو نماز صحیح ہوگی۔

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی حنفی متوفی ٩٦٥ھ نے "صغیری شرح منیة المصلّی" (١٦٩) میں لکھا ہے۔

چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی "فتاویٰ ھندیه" (١٧٠) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

(۲) اذنِ عام یعنی مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کو روک ٹوک نہ ہو۔ اگر جامع مسجد میں جب لوگ جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔ (۱۷۱)

اسی وجہ سے شہر میں فوجی اڈوں اور دیگر ایسے اداروں میں جہاں مذکور شرط مفقود ہوتی ہے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اگر قائم کیا تو جمعہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں عوام کو داخلے کی اجازت

١٦٧۔ النهر الفائق، المجلد (١)، کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ٣٦٠

١٦٨۔ مراقی الفلاح، ص ٢٩٨

١٦٩۔ منیة المصلّی و غنیة المبتدی، فصل فی صلاة الجمعة، ص ٣٣١

١٧٠ الفتاویٰ الهندیة المجلد (١)، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ١٤٨

١٧١ بہارِ شریعت، جلد (١)، حصہ چہارم، جمعہ کا بیان، ص ٣٥٦

نہیں ہوتی اور ان مقامات پر عیدین کا بھی وہی حکم ہے جو نمازِ جمعہ کا ہے۔

لہٰذا ہر شہر کہ جہاں صحیح العقیدہ امام نہ ملنے کی وجہ سے جمعہ نہ ملے اور وہاں خود بھی شروع طریقے پر جمعہ قائم نہ کیا جا سکے تو وہاں نمازِ ظہر پڑھنی ہوگی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة ٤ ٢ذی القعدہ ١٤٢٧ھ، ١٥ دیسمبر ٢٠٠٦ م (293-F)

قضاء نمازوں کی ادائیگی میں ترتیب کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جس پر مہینوں یا سالوں کی نمازیں باقی ہوں اور وہ ان کی قضاء کرے تو قضاء میں نمازوں کو ترتیب وار پڑھنا ضروری ہے یا بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے کہ پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھے پھر ظہر کی ایک ساتھ پڑھے؟

(السائل: سید اللہ رکھا، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے فرمایا کہ قضاء نمازوں کی ترتیب اسی طرح واجب ہے جس طرح وقتی اور قضاء میں ترتیب واجب ہے، چنانچہ امام مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ابن الساعاتی متوفی ٦٩٤ھ لکھتے ہیں:

و مرتّب الفوائت (مجمع البحرین)

یعنی، فوت شدہ نمازوں کو ہم ترتیب وار کرتے ہیں۔

اور اس کے تحت ابن ملک لکھتے ہیں:

یعنی نوجب الترتیب بین الفوائت و بینها و بین الوقتیة (١٧٢)

یعنی، ہم فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کو واجب قرار دیتے ہیں اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں میں (بھی ترتیب واجب قرار دیتے ہیں)

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں

١٧٢ حاشیة مجمع البحرین، کتاب الصلاة فصل فی قضاء الفوائت، ص ١٤١

و الترتیب بین الفائتۃ و الوقتیۃ و بین الفوائت مستحق (۱۷۳)

یعنی، فوت شدہ نمازوں اور وقتی نمازوں میں ترتیب واجب ہے۔

اس کی دلیل میں فقہاء کرام غزوۂ خندق میں نبی ﷺ کا فعل بیان کرتے ہیں، چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و رتّب النبی ﷺ قضاء الفوائت یوم الخندق (۱۷۴)

یعنی، نبی ﷺ نے یوم خندق فوت شدہ نمازوں کو ترتیب وار قضا فرمایا۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

ھذا دلیل علی الترتیب بین الفوائت

یعنی، یہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی دلیل ہے۔

اور لکھتے ہیں:

و الحاصل أنہ لم یثبت عنہ ﷺ تقدیم صلاۃ علی ما قبلھا أداءً و قضاءً

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ نمازوں کو ادا کرنے یا قضاء کرنے میں نبی ﷺ سے کسی نماز کو اس سے قبل والی نماز سے مقدم کرنا ثابت نہیں ہے۔

لو کان الترتیب مستحباً کما قال بعض الأئمۃ لترکہ ﷺ مرّۃ بیاناً للجواز و لم ینقل و لا نقل أیضاً عن أحد من الصحابۃ قولاً، ولا فعلاً و روی أنہ ﷺ شغلہ المشرکون عن أربع صلوات یوم حفر الخندق حتی ذھب من اللیل ما شاء اللہ تعالی فأمر بلالاً فأذن ثم أقام فصلّی الظھر، ثم أقام فصلی العصر، ثم أقام فصلی المغرب، ثم أقام فصلی العشاء (۱۷۵)

۱۷۳۔ کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت

۱۷۴۔ مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت

۱۷۵۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ص ۴۴۱

یعنی، اگر ترتیب مستحب ہوتی جیسا کہ بعض ائمہ نے فرمایا تو آپ ﷺ بیان جواز کے لئے ایک بار ترک فرماتے اور (ایسا) منقول نہیں ہے اور صحابہ کرام سے بھی نہ قولاً منقول ہے اور نہ فعلاً، اور مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خندق کھودنے کے دن مشرکین نے چار نمازوں سے مشغول کر دیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا چاہا رات کا حصہ گزر گیا تو آپ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور مغرب کی نماز پڑھی، پھر اقامت کہی اور عشاء کی نماز پڑھی۔

اور فوت شدہ نماز میں ترتیب کا واجب ہونا ان فوت شدہ نمازوں میں ہے جو قلیل ہوں چنانچہ "کنز الدقائق" کی عبارت "و الترتیب بین الخ" کے تحت علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

الترتیب بین الصلاۃ الفائتۃ الوقتیۃ و الترتیب أیضاً بین الفائتۃ القلیلۃ علی ما سیأتی مستحق أی واجب کذا فی "المعراج" و غیرہ (۱۷۶)

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور ترتیب فوت شدہ قلیل نمازوں میں واجب ہے اسی طرح "معراج" وغیرہ میں ہے۔

اور قلیل سے مراد یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں چھ نہ ہوئی ہوں اور جب چھ ہو جائیں تو ان میں ترتیب ساقط ہو جائے گی، چنانچہ علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں

و یسقط أیضاً الترتیب بین الفائتۃ و الوقتیۃ و بین الفوائت بصیرورۃ الفوائت ستّاً و ذلک بخروج وقت السادسۃ علی الأصح لدخولھا حینئذ فی حدّ التکرار الموجب السقوط دفعاً للحرج (۱۷۷)

۱۷۶۔ النھر الفائق ۱/۳۱۶

۱۷۷۔ النھر الفائق، المجلد (۱)، کتاب الصلاۃ، باب قضاء الفوائت، ص ۳۱۷

یعنی، ترتیب فوت شدہ اور وقتیہ نمازوں میں اور فوت شدہ نمازوں میں ساقط ہو جاتی ہے، فوت شدہ نمازوں کے چھ ہو جانے سے اور اصح قول کے مطابق یہ (ترتیب کا سقوط) چھٹی کا وقت نکل جانے سے ہے کیونکہ اس وقت وہ تکرار کے حد میں داخل ہو گئیں، دفع حرج کے لئے سقوط واجب ہے۔

لہٰذا وہ شخص کہ جس کے ذمے کثیر نمازیں باقی ہوں تو وہ ان کی قضاء کرتے ہوئے بلا ترتیب بھی پڑھ سکتا ہے جیسے پہلے ساری فجر کی نمازیں پڑھ لے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء اور وتر، البتہ ترتیب وار پڑھنا افضل ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۲۹ ذی القعدة ۱٤۲۷ھ، ۲۰ دیسمبر ۲۰۰٦م (303-F)

مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطاف میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اُن کے آگے سے طواف کی تو اجازت ہے مگر ویسے گزرنے کا حکم کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان وقاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے مطاف میں نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنے کے جواز کی تصریح فرمائی ہے، چنانچہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال: ثم رأیت فی "البحر العمیق" حکی عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی": أن المرور بین یدی المصلی بحضرة الکعبة یجوز، قلت: و هذا فرع غریب

فیحفظ (۱۷۸)

یعنی، میں نے "بحر العمیق" میں دیکھا، "مشکلات الآثار للطحاوی" سے عز الدین بن جماعہ سے روایت ہے کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے، میں کہتا ہوں: یہ فرع غریب ہے چاہئے کہ اسے یاد کرے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ سید علاؤ الدین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و لا یمنع المارّ من الطائفین بین یدی المصلی، و کذا لا یمنع مطلق مارّ بین یدی المصلی بحضرة الکعبة و یجوز المرور بین یدی المصلی بحضرة الکعبة (۱۷۹)

یعنی طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نہ روکا جائے اور اسی طرح کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے کے آگے سے مطلق گزرنے والے کو نہ روکا جائے اور کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے آگے سے گزرنا گناہ نہیں بلکہ جائز ہے صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۱۸۰)

اور دوسرے مقام پر "رد المحتار" کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

إن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز (۱۸۱)

۱۷۸۔ رد المحتار، المجلد (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب: عدم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الکعبة ص ۶۰

۱۷۹۔ الہدیة العلائیة لأحکام الحج ص ۲۰۱

۱۸۰۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۴۹

۱۸۱۔ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، ص ۴۹

یعنی، کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۲۲ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۴ نوفمبر ۲۰۰۶ م (243-F)

نمازی کے آگے سے گزرنا اور حرم مکہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت ہے جب کہ مطاف میں لوگوں کو اس وقت بڑی پریشانی سے دو چار ہونا پڑتا ہے، جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مطاف سے باہر جانا چاہتے ہیں اور بعض لوگ تو بلا تامل نمازیوں کے آگے سے گزر جاتے ہیں، کیا کسی مذہب میں اس کی اجازت ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو کسی فقیہ کا جواز میں صریح قول منقول ہے، ممانعت میں وارد احادیث کا کیا جواب دیا جائے گا؟ نیز مسعیٰ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم کیا ہے؟ اگرچہ آپ کا اس موضوع پر ایک فتویٰ نظر سے گزرا ہے مگر بعض علماء طواف کرنے والوں کے سوا دوسروں کو نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے، اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(السائل محمد عرفان ضیائی، نور مسجد، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: مطاف میں لوگ اوقاتِ جماعت کے علاوہ مختلف اوقات میں فرداً فرداً نماز پڑھتے ہیں اور کبھی کبھار چند افراد مل کر باجماعت نماز بھی ادا کرتے ہیں اور اس حال میں نماز ختم کرنے کے بعد انہیں مطاف سے باہر آنے میں دشواری ہوتی ہے اور اسی طرح ذکر و اذکار میں مشغول افراد اپنے اذکار و معمولات سے فارغ ہو کر اور طواف پورا کرنے والے نمازِ طواف پڑھنے کے بعد مطاف سے باہر نکلنے میں پریشان ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور رخصت میں وارد احادیث

نبویہ علیہ التحیۃ والثناء اور اس باب میں واقع کلام فقہاء کی روشنی میں اَئمہ کے اختلاف کے عام کا حل تلاش کرتے ہیں، سب سے پہلے ممانعت میں وارد چند احادیث ذکر کرتے ہیں، چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو معمر، حدثنا عبد الوارث، حدثنا یونس، عن حُمید بن هلال عن أبي صالح عن أبي هريرة، قال قال النبي ﷺ: "إذا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ، وَ هُوَ يُصَلِّي، فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ" و طرفه في: ۵۰۹ (۱۸۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو معمر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبد الوارث نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ روایت کرتے ہیں حُمید بن ہلال نے، وہ ابو صالح سے، وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی شے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اُسے چاہیے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو اُسے چاہیے کہ اُسے روک دے، پس وہ اگر انکار کرے تو چاہیے کہ اُسے روک دے، پھر وہ اگر انکار کرے تو چاہیے کہ اس سے لڑے، پس وہ صرف شیطان ہے"۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن سليمان بن أشعث، قال: حدثنا هارون بن سليمان الخراز، قال: حدثنا أبو بكر الحنفي، قال: حدثنا الضحاك بن عثمان، قال: حدثنا صدقة بن يسار، عن ابن عمر،

۱۸۲ صحيح البخاري، كتاب (۵۹) بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، ص۵۴۹، الحديث ۳۲۷۴

قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا صلّى أحدكم فليصلّ إلى شيء يستره، و لا يدع أحدًا يمرّ بين يديه فإن أبى فليقاتله" (۱۸۳)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن سلیمان بن اشعث، انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن سلیمان الخزاز نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر حنفی نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے ضحاک بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے صدقہ بن یسار نے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ وہ ایسی چیز کی طرف نماز پڑھے جو اس کے لئے سترہ ہو اور وہ کسی کو نہ چھوڑے کہ وہ اس کے آگے سے گزرے، پس اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑے"۔

اسی طرح نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت پر احادیث متعدد محدّثین کی روایت سے بکثرت کتبِ احادیث میں مذکور ہیں۔

اور رخصت میں وارد حدیث حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جسے محدّثین کرام نے اپنی اپنی اسناد سے صحاح، سنن، جوامع اور مسانید وغیرہا میں روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أحمد بن حنبل، حدثنا سفيان بن عيينة، حدثني كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وداعة، عن بعض أهله، عن جده، أنه رأى النبي ﷺ "يصلّي ممّا يلي باب بني سهم، و النّاس يمرّون بين يديه و ليس بينهما سترة" قال سفيان: "ليس بينه

183۔ کتاب نسخ الحدیث و منسوخه، کتاب الصلاة، باب فی سترة المصلّی، ص ۳۱۲

و بين الكعبة سترة"۔ و اللفظ لأبي داؤد (۱۸۴)

یعنی، ہم سے امام احمد بن حنبل نے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر بن کثیر بن عبدالمطلب بن أبي وداعہ نے وہ اپنے بعض اہل سے روایت کرتے ہیں، وہ ان کے دادا (مطلب بن أبي وداعہ) سے کہ "انہوں نے باب بنی سہم کے قریب نبی ﷺ کو اس حال میں نماز ادا فرماتے دیکھا کہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔ سفیان نے فرمایا کہ "آپ ﷺ اور کعبہ معظمہ کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

اور امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی متوفی ۲۱۹ھ روایت کرتے ہیں:

قال: ثنا سفيان، قال ثني كثير بن كثير بن المطلب، عن بعض أهله، أنه سمع جده المطلب بن أبي وداعة، يقول: "رأيت رسول الله ﷺ يصلّي ممّا يلي باب بني سهم، و النّاس يمرّون بين يديه، و ليس بينه و بين الطّواف سترة" (۱۸۵)

یعنی، فرمایا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے بعض اہل سے کہ انہوں نے ان کے دادا مطلب بن ابی وداعہ کو سُنا فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین سترہ نہ تھا"۔

184۔ المسند لأحمد (۳۹۹/۶)، المسند (۴۰)، حدیث مطلب بن أبي وداعة ص ۲۱۸، الحدیث ۲۷۲۴۱، ۲۷۲۴۲

185۔ المسند للحمیدی، المسند (۱)، حدیث المطلب بن وداعة رضی الله عنه ص ۲۶۳، الحدیث ۵۷۸

مندرجہ بالا روایت اور "سنن نسائی" کی روایت اور دیگر روایات میں لفظ "الطواف" آیا ہے اس کے اعراب کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قوله: "بين الطواف" في رواية النسائي، بفتح الطاء و تخفيف الواو، و قد ضبطه بعضهم من أفاضل المحدّثين بضم الطاء و تشديد الواو، و أراد به جمع طائف، و لكل منها وجه والله أعلم (١٨٦)

یعنی، امام نسائی کی روایت میں راوی کا قول "بین الطواف" طاء کی فتح (زبر) اور واؤ کی تخفیف (یعنی بلا تشدید زبر) کے ساتھ (یعنی، الطَّوَاف) ہے اور محدّثین میں سے بعض افاضل نے اسے ضم طاء (طاء کی پیش) اور واؤ کی تشدید کے ساتھ ضبط کیا ہے (یعنی، الطُّوَّاف پڑھا ہے) اور انہوں نے اس سے طائف (طواف کرنے والا) کی جمع کا ارادہ کیا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وجہ ہے۔ واللہ اعلم

اور امام احمد اور امام ابوداؤد حدیث مطلب کے تحت لکھتے ہیں:

قال سفيان: كان ابن جريج أخبرنا عنه قال: أخبرنا كثير بن كثير، عن أبيه، قال: فسألته فقال: ليس من أبي سمعته لكن من بعض أهلي عن جدّي (١٨٧)

یعنی، سفیان فرماتے ہیں کہ ابن جریج نے ہمیں اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) خبر دی تھی، فرمایا کہ ہمیں خبر دی کثیر بن کثیر نے اپنے باپ

١٨٦۔ نخب الأفكار ٢٢٤/٤

١٨٧ سنن أبي داؤد المجلد (٢)، كتاب (٥) المناسك، باب (٨٩) في مكة ص ٣٠٤، ٣٠٥، الحديث ٢٠١٦

(کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ) سے، فرماتے ہیں تو میں نے اُن سے (یعنی کثیر بن کثیر سے) اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اِسے اپنے باپ (کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ) سے نہیں سُنا لیکن میں نے اس حدیث کو اپنے بعض اہل (یعنی گھر والوں) سے سُنا جنہوں نے میرے دادا سے روایت کیا۔

اور امام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ نے بھی یہی لکھا ہو ان کے الفاظ یہ ہیں:

قال سفيان: و كان ابن جريج حدّثنا أولاً عن كثير، عن أبيه، عن المطلب، فلما سألته عنه قال: ليس هو عن أبي، إنما أخبرني بعض أهلي، أنه سمعه من المطلب (١٨٨)

حدیث شریف کے انہی الفاظ کو امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ نے "هداية السالك" (١٨٩) میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں باب بنی سہم کا ذکر ہے جو کہ اب باب العمرہ کے نام سے معروف ہے، چنانچہ امام عز الدین بن جماعہ الکنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

باب بني سهم هو الذي يقال له اليوم باب العمرة (١٩٠)

یعنی، باب بنی سہم وہی ہے جسے آج باب العمرہ کہا جاتا ہے۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا أحمد بن داؤد بن موسى، قال: حدثنا إبراهيم بن بشار، قال: ثنا سفيان، قال سمعت ابن جريج يحدّث عن كثير بن كثير، عن أبيه عن جده المطلب بن أبي وَدَاعَة فذكر مثله غير

١٨٨۔ المسند الحميدي ٢٦٣/١

١٨٩۔ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (١)، ص ٧٤

١٩٠۔ هداية السالك ١/ ٧٤

انه قال: لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ" (۱۹۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد بن موسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن بشار نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو حدیث بیان کرتے سُنا، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا مطلب بن ابی وداعہ سے، اس حدیث کو سابقہ حدیث کی مثل ذکر کیا سوائے اس کے کہ کہا کہ "آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

هذا إسناد حسن جيّد (۱۹۲)

یعنی، یہ سند حسن جید ہے۔

اور اس روایت کے تحت امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

قال: سفيان، فحدثنا كثير بن كثير بعد ما سمعتُه من ابن جريج، قال: أخبرني بعض أهلي و لم أسمعه من أبي (۱۹۳)

یعنی، سفیان نے فرمایا اس حدیث کو میں نے ابن جریج سے سُنا تھا اس کے بعد کثیر بن کثیر نے ہم سے حدیث بیان کی، فرمایا کہ خبر دی مجھے

۱۹۱۔ شرح معاني الآثار (۱)، كتاب الصلاة، باب المرور بين يدي المصلّي الخ ص ٤٦١، الحديث ۲٥۸۸

أيضاً تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ۲/ ۳۰، رقم ۹٤۹

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي ۲/ ٥۷۱

۱۹۲۔ نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار، المجلد (٤)، كتاب الصلاة، باب المرور الخ ص ٤٤۳

۱۹۳۔ شرح معاني الآثار ۱/ ٤٦۱

أيضاً تحفة الأخيار ۲ ۳

أيضاً الحاوي في بيان آثار الطحاوي ۲/ ٥۷۱

میرے بعض اہل نے اور اسے میں نے اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے نہیں سُنا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال سفيان، فذهبت إلى كثير فسألته قلتُ: حديث تحدّثه عن أبيك، قال: لم أسمعه من أبي حدّثني بعض أهلي عن جدّي المطلب، قال علي: قوله: لم أسمعه من أبي شديد على ابن جريج، قال أبو سعيد عثمان يعني ابن جريج لم يضبطه قال الشيخ: و قد قيل عن ابن جريج، عن كثير، عن أبيه قال: حدّثني أعيان بني المطلب، عن المطلب، ورواية ابن عيينة أحفظ (۱۹٤)

یعنی، سفیان نے فرمایا میں کثیر کے پاس گیا اور ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا، میں نے کہا (یہ) حدیث ہے آپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہو تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اس حدیث کو میں نے اپنے باپ سے نہیں سُنا، مجھے میرے بعض اہل نے میرے دادا مطلب سے روایت کیا ہے، اور علی (بن المدینی) نے فرمایا کہ کثیر بن کثیر کا یہ کہنا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا ابن جریج پر شدید ہے، فرمایا: ابن جریج نے اسے ضبط نہیں کیا، شیخ نے فرمایا کہ سند میں یوں بھی کہا جاتا ہے از ابن جریج از کثیر، از ابیہ، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیان بنی المطلب نے مطلب سے، اور ابن عیینہ کی روایت احفظ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم قال: أنبأنا عيسى بن يونس قال، حدّثنا عبدالملك بن عبد العزيز بن جريج عن كثير بن كثير،

۱۹٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي ۲/ ۳۸۲

عن أبيه عن جده، قال: "رأيت رسول الله ﷺ طاف بالبيت سبعًا، ثم صلى ركعتين بحذائه في حاشية المقام، وليس بينه وبين الطواف أحد" (١٩٥)

یعنی، ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ نے کعبہ کا سات پھیرے طواف کیا، پھر اس کے مقابل حاشیۂ مقام میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام نسائی سے دوسری روایت ہے:

أخبرنا يعقوب بن إبراهيم، عن يحيى، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير، عن أبيه، عن المطلب بن أبي وداعة، قال: "رأيت النبي ﷺ حين فرغ من سبعه جاء حاشية المطاف، فصلى ركعتين، وليس بينه وبين الطوافين أحد" (١٩٦)

یعنی، ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، وہ یحییٰ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ مطلب

١٩٥۔ سنن النسائي، الجزء(٢)، كتاب القبلة باب (٩) الرخصة في ذلك ص ٧٣، الحديث ٧٥٤
أيضاً سنن الكبرى للنسائي، المجلد(١)، أبواب السترة باب الرخصة في ذلك ص ٢٧٣، الحديث ٨٣٤

١٩٦۔ سنن النسائي، المجلد(٥)، كتاب مناسك الحج باب (١٦٢) أين يصلي ركعتي الطواف، ص ٢٤٢، الحديث ٢٩٥٦
أيضاً سنن الكبرى للنسائي، المجلد(٢)، كتاب الحج، باب (١٦٢) أين يصلي ركعتي الطواف، ص ٤٠٨-٤٠٩، الحديث ٣٩٥٣/٢

بن وداعہ سے، فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا۔

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ (١٩٧) اور امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ (١٩٨) روایت کرتے ہیں اور ان سے امام عز الدین بن جماعۃ الکنانی ٧٦٧ھ (١٩٩) نقل کرتے ہیں:

حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا أبو أسامة عن ابن جريج عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وداعة السهمي، عن أبيه عن المطلب، قال: "رأيت رسول الله ﷺ إذا فرغ من سبعه جاء حتى يحاذي بالركن، فصلى ركعتين في حاشية المطاف، وليس بينه وبين الطواف أحد". واللفظ لابن ماجة. قال ابن ماجة: هذا بمكة خاصة

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو بکر بن ابی شیبہ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبي وداعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ مطلب (بن ابی وداعہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ کو دیکھا جب کہ آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہو کر رکنِ اسود کے مقابل تشریف لائے پس حاشیۂ

١٩٧۔ سنن ابن ماجة المجلد() كتاب المناسك، باب (٣٣) الركعتين بعد الطواف، ص ٤٤٥، الحديث ٢٩٥٨

١٩٨۔ المسند ٣٩٩/٦

١٩٩۔ هداية السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، المجلد(١)، الباب الأول في الفضائل، ذكر مواضع صلى فيه النبي ﷺ حول الكعبة الشريفة ص ٧٤

مطاف میں دو رکعت نماز ادا فرمائی، حالانکہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے ایک روایت ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کہتے ہیں حدیث بیان کی مجھے کثیر ابن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے مطلب بن ابی وداعہ سے، انہوں نے فرمایا:

"رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ فَرَغَ مِنْ أُسْبُوعِهِ أَتَى حَاشِيَةَ الْمَطَافِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّوَّافِ أَحَدٌ" (۲۰۰)

یعنی، "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے حاشیہ طواف میں تشریف لائے، پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی جب کہ آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی نہ تھا"۔

اور امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی سے ایک روایت ہے کہ

حدثنا یونس، قال حدثنا سفیان بن عیینة عن کثیر بن کثیر، عن بعض أهله سمع المطلب یقول: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي وَمِمَّا يَلِي بَابَ بَنِي سَهْمٍ وَالنَّاسُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ" (۲۰۱)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یونس نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے بعض اہل سے کہ اس نے مطلب کو فرماتے سنا کہ "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (باب العمرہ) کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ

۲۰۰۔ المسند (۶/۳۹۹)=۴۵/۲۱۹، برقم:۲۷۲۴۴

۲۰۱۔ شرح معانی الآثار ۱/۴۶۱، برقم:۲۶۰۱

أیضاً تحفة الأخیار ۲/۳۰۵، برقم:۹۴۸

أیضاً الحاوی فی بیان آثار الطحاوی، المجلد (۲)، کتاب الصلاة باب المرور بین یدی المصلی، ص۵۷۱

آپ کے آگے سے گزر رہے تھے جب کہ آپ اور قبلہ کے مابین کوئی شے نہ تھی"۔

اور امام طحاوی حنفی نے اس حدیث کو مندرجہ ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

حدثنا یزید بن سنان، قال حدثنا یزید بن هارون، قال: أنبأنا هشام، قال: أنبأنا ابن عمّ المطلب بن أبی وَدَاعة (وفی شرح معانی الآثار: قال: أنا هشام، أراه عن ابن عم المطلب بن أبی وَدَاعة) عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة عن أبیه عن جده عن النبی ﷺ بذلك (وفی التحفة: مثله) (۲۰۲)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یزید بن سنان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ہشام نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں مطلب بن أبی وداعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اُن کے دادا سے، وہ نبی ﷺ سے، اُسے اس کی مثل بیان کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

قال لنا أبو عاصم: عن ابن جریج عن کثیر بن کثیر بن المطلب بن أبی وَدَاعة السهمی، عن أبیه و ذکر أعمامه عن المطلب بن أبی وَدَاعة قال "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فِي حَاشِيَتِهِ يعنی حَاشِيَةَ الطَّوَافِ، وَالنَّاسُ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ" (۲۰۳)

۲۰۲۔ شرح معانی الآثار ۱/۴۶۱، برقم:۲۶۰۲

أیضاً تحفة الأخیار ۲/۳۰۶، برقم:۹۵۰

أیضاً الحاوی ۲/۵۷۱

۲۰۳۔ التاریخ الکبیر للبخاری ۷/۲۱۵، ۲۱۶

یعنی، ہمیں ابو عاصم نے فرمایا، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سہمی سے، وہ اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے چچاؤں کی روایت سے بیان کیا، وہ مطلب بن أبي وداعہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ "میں نے نبی ﷺ کو حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ کے آگے سے گزر رہے تھے"۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

و قال محمد المثنی: نا يزيد بن هارون، سمع هشام بن حسان، قال: أخبرني ابن عم عبدالمطلب بن أبي وَدَاعَة، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه، عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ، بنحوه" (٢٠٤)

یعنی، اور محمد المثنی نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے یزید بن ہارون نے، انہوں نے سُنا ہشام بن حسان کو، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے عبد المطلب بن ابی وداعہ کے چچا کے بیٹے نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ۔

حافظ محمد بن حبان بن ابی حاتم تمیمی بُستی متوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد بن إسحاق بن خزيمة قال: حدثنا يعقوب بن إبراهيم الدورقي قال: حدثنا يحيى بن سعيد، عن ابن جريج عن كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة أنه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ طَوَافِهِ أَتَى حَاشِيَةَ الْمَطَافِ،

٢٠٤۔ التاريخ الكبير، المجلد(٧)، باب الميم باب مطلب، ص ٣١٦، برقم ١١٢٨/١٩٤٢

فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَّافِيْنَ أَحَدٌ" (٢٠٥)

یعنی، ہمیں خبر دی محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے، وہ فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے والد ابی المطلب بن أبي وداعہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ طواف سے فارغ ہوئے، تو حاشیۂ مطاف میں تشریف لائے، پس دو رکعت نماز ادا فرمائی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی"۔

حافظ ابن حبان متوفی ۳۵۴ھ سے ہی روایت ہے:

أخبرنا عمر بن محمد الهمداني، حدثنا عمر بن عثمان، حدثنا الوليد ابن مسلم، حدثنا زهير بن محمد العنبري، حدثنا كثير بن كثير، عن أبيه أبي المطلب بن أبي وَدَاعَة قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ حَذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢٠٦)

یعنی، خبر دی ہمیں عمر بن محمد ہمدانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمر بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید ابن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زہیر بن محمد عنبری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں کثیر بن کثیر نے، وہ روایت کرتے ہیں

٢٠٥۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء(٤)، كتاب الصلاة، باب ما يكره للمصلي و ما لا يكره، ذكر إباحة المرور قدام المصلي إذا صلى إلى غير سترة، ص ٥٠، الحديث: ٢٣٥٧

٢٠٦۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، الجزء(٤) ذكر البيان بأن هذه الصلاة لم يكن للطوافين و بين المصطفى ﷺ سترة، ص ٤٥-٤٦، الحديث: ٢٣٥٨

اپنے والد ابو المطلب بن ابی وداعہ سے، فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور مرد و عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

حافظ ابو بکر احمد بن عمرو ابن ابی عاصم الضحاک بن مخلد شیبانی متوفی ۲۸۷ھ روایت کرتے ہیں:

حدثني عمرو بن عثمان، نا الوليد بن مسلم، نا زهير، عن كثير بن كثير، عن أبيه عن المطلب بن أبي وداعة رضي الله عنه قال: "رأيت رسول الله ﷺ يصلي حذو الركن الأسود، و الرجال و النساء يطوفون بين يديه ما بينهم و بينه سترة" (۲۰۷)

یعنی، حدیث بیان کی مجھ سے عمرو بن عثمان نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی زہیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن اسود کے مقابل نماز ادا فرماتے دیکھا، اور مرد و عورتیں آپ کے آگے طواف کر رہے تھے، اُن اور آپ ﷺ کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

حافظ ابو یعلی احمد بن علی موصلی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ (۲۰۸) اور اس کی سند سے علامہ ابن اثیر جزری (۲۰۹) روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو الفضل بن الحسن الطبري بإسناده إلى أبي يعلى: حدثنا ابن نمير، حدثنا أبو أسامة عن ابن جريج، عن

۲۰۷۔ الآحاد و المثاني، من ذكر (۱۵۷) المطلب بن أبي وداعة سهمي رضي الله عنه، ص ۱۵۵

۲۰۸۔ مسند أبي يعلى الموصلي، (۵) حديث (۱٦٦) المطلب بن أبي وداعة، ص ۲۳٦، الحديث ٦٨٦٩

۲۰۹۔ أسد الغابة، المجلد (٥) مطلب (٤٩٤٦) بن أبي وداعة، ص ۲٥٦۔۲٥٧

كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وداعة عن أبيه المطلب قال: "رأيت رسول الله ﷺ إذا فرغ من سبعه حتى يحاذي بينه و بين السقيفة، فيصلي ركعتين في حاشية المطاف، و ليس بينه و بين الطواف أحد"

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الفضل بن الحسن ابو یعلی کی طرف اپنی اسناد کے ساتھ۔ (ابو یعلی فرماتے ہیں) حدیث بیان کی ہم سے ابن نمیر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو اُسامہ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سے، وہ اپنے والد مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ اپنے طواف کے سات چکروں سے فارغ ہوئے، تو اپنے اور سقیفہ کے درمیان محاذی ہوئے، پس آپ ﷺ نے مطاف میں دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہ تھا"۔

امام ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد الازرقی روایت کرتے ہیں:

حدثنا أبو الوليد، قال، حدثني جدي، حدثنا سفيان بن عيينة، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وداعة السهمي، "أنه رأى النبي ﷺ يصلي مما يلي باب بني سهم، و الناس يمرون بين يديه، و ليس بينهم و بينه سترة" (۲۱۰)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو الولید نے، فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے میرے دادا نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سہمی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی باب العمرہ)

۲۱۰۔ أخبار مكة للأزرقي، الجزء (۲) الصلاة في المسجد الحرام، الخ، ص ٦٧۔٦٨

کے پاس نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور لوگوں اور آپ کے مابین ایک بالشت (کا فاصلہ) نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا ورد بن احمد بن لبيد البيروتي، ثنا صفوان بن صالح، ثنا الوليد بن مسلم ثنا سالم الخياط و زهير بن محمد قالا: ثنا كثير بن كثير، عن أبيه حدثني المطلب بن أبي وَدَاعة، قال: "رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ حِذْوَ الرُّكْنِ الْأَسْوَدِ، وَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ، مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ" (٢١١)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ورد بن احمد بن لبید بیروتی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے صفوان بن صالح نے، وہ وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ولید بن مسلم خیاط اور زہیر بن محمد نے، وہ دونوں فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے حدیث بیان کی مطلب بن ابی وداعہ سے، فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے سامنے نماز ادا فرماتے دیکھا اور مرد اور عورتیں آپ کے آگے سے گزر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے درمیان کوئی سترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا يحيىٰ بن أيوب العلاف المصري، ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا محمد بن عبدالله بن عبد بن عمير، عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعة عن أبيه عن المطلب، "أنه رأى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ إِلَى الْبَيْتِ، وَ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّوَافِ

٢١١ المعجم الكبير للطبراني ٢٠/ ٢٩٠-٢٩١، برقم ٦٨٧

أَحَدٌ" (٢١٢)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن ایوب علاف مصری نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سعید بن ابی مریم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی محمد بن عبداللہ بن عبد بن عمیر نے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ سے، وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ "انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کی طرف نماز ادا کرتے دیکھا، اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدثنا أبو يزيد القراطيسي، ثنا عبدالله بن عبد الحكم، أنا الليث بن سعد (ح) و حدثنا المطلب بن شعيب الأزدي، ثنا عبدالله بن صالح، حدثني الليث، عن ابن جريج، عن كثير بن كثير بن المطلب، عن أبيه كثير، عن المطلب بن أبي وَدَاعة، "أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ حَاشِيَةِ الطَّوَافِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطَّائِفِيْنَ سُتْرَةٌ" (٢١٣)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابو یزید قراطیسی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عبدالحکم نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں لیث بن سعد نے (ح) اور حدیث بیان کی ہم سے مطلب بن شعیب ازدی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن صالح نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے لیث نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے

٢١٢ المعجم الكبير للطبراني ٢٠/ ٢٨٩، برقم ٦٨٢

٢١٣ المعجم الكبير للطبراني ٢٠/ ٢٨٩-٢٩٠، برقم ٦٨٣

باپ کثیر سے، وہ مطلب بن أبی وَدَاعہ سے کہ "رسول اللہ ﷺ نے حاشیۂ طواف میں نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"، یہ ابن صالح کے الفاظ ہیں، اور ابن الحکم نے اپنی (مروی) حدیث میں کہا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل فرمایا تو حاشیۂ طواف میں نماز ادا کی، آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا"۔

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی روایت کرتے ہیں:

حدّثنا احمد بن داؤد المکی، ثنا محمد بن أبی بکر المقدمی، ثنا حماد بن زید عن ابن جریج، حدّثنی کثیر بن کثیر بن المطلب، عن أبیه، حدّثنی أعیان المطلب، عن المطلب بن أبی وَدَاعة قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّی حِیَالَ الرُّکْنِ، وَ الرِّجَالُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ"(۲۱۴)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے احمد بن داؤد مکی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے محمد بن ابی بکر مقدمی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھ سے کثیر بن کثیر بن المطلب نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی مجھے اعیانِ مطلب نے مطلب بن ابی وَدَاعہ سے فرمایا کہ "میں نے نبی ﷺ کو رُکنِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا محمد بن یحیی بن منده الأصبهانی، ثنا زید بن ثابت بن أخرم، ثنا عبدالقاهر بن شعیب عن هشام بن حسان، عن

۲۱۴ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/ ۲۹۰، برقم ٦٨٤

سالم بن عبداللّٰه، عن کثیر بن المطلب، عن أبیه، عن جده، "أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْكَعْبَةِ فَقَامَ حِیَالَ الرُّکْنِ، فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، وَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ یَطُوْفُوْنَ بِالْبَیْتِ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ"(۲۱۵)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یحییٰ بن مندہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے زید بن ثابت بن أخرم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبدالقاہر بن شعیب نے، وہ روایت کرتے ہیں ہشام بن حسان سے، وہ سالم بن عبداللہ سے، وہ کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ "نبی ﷺ کعبہ معظمہ سے باہر تشریف لائے، رُکنِ اسود کے سامنے کھڑے ہوئے پس دو رکعت نماز ادا فرمائی اور لوگ آپ کے سامنے طواف کرتے ہوئے گزر رہے تھے، ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی"۔

امام طبرانی سے روایت ہے:

حدّثنا إبراهیم بن نائلة الأصبهانی، ثنا أحمد بن حاتم بن عیسیٰ، ثنا حماد بن زید ثنا عمرو بن دینار، عن عباد بن عبدالمطلب، عن المطلب بن أبی وَدَاعة: "أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ یُصَلِّیْ حِیَالَ الرُّکْنِ عِنْدَ السِّقَایَةِ، وَ الرِّجَالُ یَمُرُّوْنَ بَیْنَ یَدَیْهِ"(۲۱٦)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن نائلہ اصبہانی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی حاتم بن عیسیٰ نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے حماد بن زید نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عمرو بن دینار نے، وہ روایت کرتے ہیں عباد بن عبدالمطلب سے، وہ مطلب

۲۱۵ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/ ۲۹۰، برقم ٦٨٥

۲۱٦ المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/ ۲۹۰، برقم ٦٨٦

بن ابی وداعہ سے کہ "نبی ﷺ سقایہ کے پاس رکنِ (اسود) کے سامنے نماز پڑھا کرتے اور مرد و عورتیں آپ کے آگے سے گزرتے"۔

اور علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ روایت کرتے ہیں

حدثنا محمد بن محمود بن محمد السراج، قال: حدثنا علیّ بن مسلم، قال: حدثنا ابو عامر، قال: حدثنا عبدالله بن عطاء القرشي، قال: حدثنا سفيان، عن عبدالرحمن بن المطلب بن ابي وداعة عن ابيه عن جده "انه رأى النبيّ ﷺ يصلّي و ليس بينه و بين الذين يطوفون بالبيت سترة" (۲۱۷)

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محمود بن محمد سراج نے، انہوں نے فرمایا حدیث بیان کی ہم سے علی بن مسلم نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے ابو عامر نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن عطاء قرشی نے، وہ فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن مطلب بن ابی وداعہ سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے کہ "انہوں نے نبی ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ اور ان لوگوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا جو بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے"۔

اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن ہیں جو مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے فرزند ہیں، ابن حبان نے "الثقات" (۲۱۸) میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات امام بخاری کی "التاریخ الکبیر" (۲۱۹) میں امام محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ کی کتاب

۲۱۷۔ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخہ کتاب الصلاۃ باب فی سترۃ المصلّی ص ۳۱۲۔۳۱۳

۲۱۸ کتاب الثقات لابن حبان ۸۱/۵

۲۱۹ التاریخ الکبیر للبخاری ۲۱۵/۵، ۱۱۰۹/۷۱۸۰

"الجرح و التعدیل" (۲۲۰) بھی ہیں اور مطلب کے بارے میں ابن اثیر کی کتاب "اُسد الغابۃ" میں ہے کہ وہ مطلب بن ابی وداعہ الحارث بن صُبَیرہ بن سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی ہیں، اور ان کی والدہ اروی بنت الحارث بن عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں اور یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے اور ان کے والد ابو وداعہ یوم بدر قید کئے گئے تو ان کے بیٹے نے اپنے باپ کے فدیہ میں چار ہزار درہم ادا کیے تو آپ پہلے قیدی تھے کہ جن کا فدیہ دیا گیا، واقدی نے کہا کہ مدینہ منورہ میں آئے اور وہاں ان کا گھر تھا اور نبی ﷺ سے آپ نے حدیثیں روایت کیں، اور ابو وداعہ سہمی حارث بن صبیرہ جلیل القدر صحابی ہیں، وہ اور ان کے بیٹے مطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ (۲۲۱)

امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۲۲۲) اور ان کی سند سے حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ (۲۲۳) روایت کرتے ہیں:

حدثنا إسحاق بن إبراهيم الدبري، عن عبدالرزاق، عن عمرو بن قيس، أخبرني كثير بن كثير بن المطلب بن ابي وداعة السهمي، عن ابيه، عن جده، قال: "رأيتُ رسولَ الله ﷺ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُمْ سُتْرَةٌ"۔ واللفظ للطبراني

یعنی، حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن ابراہیم دبری نے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرزاق سے، وہ عمرو بن قیس سے، وہ فرماتے ہیں خبر دی مجھے کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سہمی نے اپنے باپ سے، انہوں نے ان کے دادا سے، فرمایا: "میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد

۲۲۰ کتاب الجرح و التعدیل ۲۴۴/۵، برقم ۱۱۸۱/۱۳۴۷

۲۲۱ الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ ۲۱۳/۷

۲۲۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، المجلد (۲۰)، مطلب بن أبی وداعۃ، ص ۲۸۸، الحدیث ۶۸۰

۲۲۳ المصنّف لعبد الرزاق، المجلد (۲)، کتاب الصلاۃ، باب (۱۲۱) لا یقطع الصلاۃ شیء بمکۃ ص ۲۱، الحدیث (۲۳۲) ۲۳۹۰

حرام میں نماز ادا فرماتے دیکھا اور لوگ آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان آپ کے سامنے بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ ﷺ اور ان کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

اور امام عبدالرزاق نے انہی کلمات حدیث کو دوسری سند سے بھی روایت کیا ہے چنانچہ وہ سند حسب ذیل ہے:

عبدالرزاق، عن ابن عيينة، عن كثير بن كثير، عن أبيه عن جده، قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ الخ" (٢٢٤)

یعنی، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن عیینہ سے، وہ کثیر بن کثیر سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ان کے دادا سے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا الخ"۔

امام ابوبکر احمد حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبدالله بن بشران ببغداد، انبأنا أبو جعفر محمد بن عمرو الرزاز، ثنا سعدان بن نصر، ثنا سفيان بن عيينة عن كثير بن كثير بن المطلب بن أبي وَدَاعَة السَّهْمِيّ، عن بعض أهله انه سمع جده المطلب بن أبي وَدَاعَة يقول "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ مِمَّا يَلِيَ بَابَ بَنِي سَهْمٍ وَ النَّاسَ يَمُرُّوْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الطُّوَّافِ سُتْرَةٌ" (٢٢٥)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران نے بغداد میں، خبر دی ہمیں ابوجعفر محمد بن عمرو رزاز نے، حدیث بیان کی ہم سے سعدان بن نصر نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان بن عیینہ نے، وہ

۲۲۴۔ المصنّف لعبد الرزاق ۲/۳۰۔۲۱، برقم ۲۳۹۱

۲۲۵ السنن الكبرى للبيهقي، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب من صلّى إلى غير سترة، ص ۲۸۷، الحديث ۳۴۸۲

روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ سہمی سے، وہ اپنے بعض اہل سے، انہوں نے سُنا ان کے دادا مطلب بن ابی وداعہ سے، وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے (اس حال میں کہ) آپ اور طواف کرنے والوں کے مابین کوئی سترہ نہ تھا"۔

امام بیہقی نے حدیث مطلب کے انہی الفاظ کو سند حسب ذیل سند سے بھی روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو عبدالله و أبو زكريا و أبو بكر قالوا: حدثنا أبو العباس، قال أخبرنا الربيع، قال: أخبرنا الشافعي، قال: أخبرنا سفيان الخ (٢٢٦)

یعنی، خبر دیتے ہیں ہمیں ابوعبداللہ اور ابوزکریا اور ابوبکر فرماتے ہیں حدیث بیان کی ہمیں ابوالعباس نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں ربیع نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں امام شافعی نے، وہ فرماتے ہیں خبر دی ہمیں سفیان نے الخ۔

امام بیہقی سے ہی روایت ہے:

أخبرنا أبو عبدالله الحافظ أخبرني أبو الحسن بن عبدوس، قال سمعتُ عثمان بن سعيد يقول سمعتُ عليًّا يعني ابن المديني، يقول في هذا الحديث: قال سفيان: سمعتُ ابن جريج، يقول: أخبرني كثير بن كثير، عن أبيه عن جدّه قال: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ وَ النَّاسُ يَمُرُّوْنَ" (٢٢٧)

یعنی، خبر دی ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، خبر دی ابوالحسن عبدوس نے،

۲۲۶۔ معرفة السنن و الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب (١٧١)، الصلاة إلى غير سترة، ص ۱۲۰، الحديث ۱۰۵۳

۲۲۷ السنن الكبرى للبيهقي ۲/۲۸۷۔۲۸۸

فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن سعید کو سُنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی ابن المدینی کو سُنا کہ وہ اس حدیث میں فرماتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا کہ میں نے ابن جریج کو یہ کہتے سُنا کہ خبر دی مجھے کثیر بن کثیر نے اپنے باپ سے، انہوں نے اُن کے دادا سے کہ "میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ گزر رہے تھے"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

ثم اخرج عن ابن جریج، عن کثیر بن کثیر بن المطلب عن ابیہ عن جدہ، قال: "رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، لَیْسَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَہُمْ، ای الناس، سُتْرَۃٌ" (۲۲۸)

یعنی، پھر حدیث کی تخریج فرمائی ابن جریج کی روایت سے، وہ روایت کرتے ہیں کثیر بن کثیر بن المطلب سے، وہ اپنے باپ (کثیر بن المطلب) سے، وہ ان کے دادا (مطلب بن ابی وداعہ) سے، فرمایا کہ "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسجد حرام میں نماز ادا فرمارہے ہیں، آپ اور لوگوں کے درمیان سُترہ نہیں ہے"۔

حافظ ابن حجر اس کے بعد لکھتے ہیں:

و اخرجہ من ھذا الوجہ ایضاً أصحاب السنن، و رجالہ موثقون إلا انہ معلول

یعنی، اس حدیث کی اس وجہ پر اصحاب سُنن نے بھی تخریج فرمائی اور اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ کہ یہ معلول ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہیں روکا چنانچہ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جریج، قال: أخبرنی أبی، عن أبی عامر، قال: رأیتُ ابن

۲۲۸۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱/۵۷۶، الحدیث: ۵۰۱

الزبیر یصلی فی المسجد فترید المرأۃ أن تجیز أمامہ و ھو یرید السجود، حتی اجازت سجد فی موضع قدمیھا (۲۲۹)

یعنی، ابن جریج سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ خبر دی مجھے میرے باپ نے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عامر سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور ایک عورت نے آپ کے سامنے گزرنا چاہا جب کہ آپ سجدہ کرنا چاہتے تھے، یہاں تک کہ وہ گزری تو آپ نے اس کے پاؤں کی جگہ سجدہ کیا (کیونکہ وہ آپ کے موضع سجود سے گزری تھی)۔

اور باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کی کسی مسجد میں نماز ادا فرمارہے تھے غالب یہی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھے۔

اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور ابن جریج سے مروی ہے، چنانچہ امام ابو بکر عبدالرزاق صنعانی متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عیینۃ، عن عمرو بن دینار، قال: رأیتُ محمد بن الحنفیۃ یصلّی فی مسجد منی، و الناس یمرّون بین یدیہ فجاء فتی من أھلہ فجلس بین یدیہ قال عبدالرزاق: و رأیتُ أنا ابن جریج یصلّی فی مسجد منی علی یسار المنارۃ، و لیس بین یدیہ سُترۃ، فجاء غلام فجلس بین یدیہ (۲۳۰)

یعنی، ابن عیینہ سے روایت ہے، وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن دینار سے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو منیٰ کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے تو آپ کے اہل سے ایک نوجوان آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، امام

۲۲۹۔ المصنّف لعبد الرزاق ۲/۲۱، باب لا یقطع الصلاۃ شیء بمکۃ، برقم: ۲۳۸۹

۲۳۰۔ المصنّف لعبد الرزاق ۲/۲۱، برقم: ۲۳۹۳

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج کو منیٰ کی مسجد میں منارہ کے بائیں جانب نماز پڑھتے دیکھا اور آپ کے آگے کوئی سُترہ نہ تھا تو ایک لڑکا آیا اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔

لہٰذا ایک طرف تو وہ احادیث نبویہ علیہ التحیۃ و الثناء ہیں کہ جن میں مطلقاً نماز کے آگے گزرنے کے ممانعت مذکور ہے، اور دوسری طرف حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہ جس سے رخصت ظاہر ہے، اس بنا پر بعض نے ممانعت والی احادیث کو منسوخ اور رخصت والی حدیث کو ان کے لئے ناسخ قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد المعروف با بن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ نے حدیث رخصت کو حدیث ممانعت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔(۲۳۱)

جب کہ بعض دیگر نے فرمایا ممانعت والی احادیث میں ان لوگوں کا حکم ہے جو کعبہ سے غائب ہیں اور رخصت والی حدیث ان لوگوں کے بارے میں ہے جو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں چنانچہ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے حدیث مطلب بن ابی وداعہ کو چار مختلف اسناد سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

فـفـی هـذا الـحـدیث إطلاق رسول الله ﷺ للطائفین بالبیت الـمـرورَ بین یدیه وهو یصلّی، فقال قائل: فکیف تقبلون هذا و أنتم تروون عنه ﷺ؟ (۲۳۲)

یعنی، ان احادیث میں نبی ﷺ کا بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو اپنے آگے گزرنے دینا ہے جب کہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس کہنے والے نے کہا تم یہ بات (کہ آپ ﷺ نے حالتِ نماز میں صرف طواف کرنے والوں کو اپنے آگے سے گزرنے دیا) کیسے قبول کرو گے تم تو نبی ﷺ کی حدیث روایت کر رہے ہو۔

۲۳۱ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه کتاب الصلاة باب سترة المصلی، ص ۲۱۲، ۲۱۳

۲۳۲ نخبة الأفکار بترتیب مشکل الآثار ۲/۳۰۷

پھر امام طحاوی نے ممانعت کی حدیث دو مختلف اسناد سے روایت کرنے کے بعد لکھا

فقال هذا القائل: ففی هذا منعه ﷺ من المرور بین یدی المصلّی و من إطلاق المصلّی لغیره المرور بین یدیه فهذا ضدُّ ما رویتموه عن المطلب عنه ﷺ (۲۳۳)

یعنی، پس اس قائل نے کہا اس حدیث میں نبی ﷺ کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اور نمازی کے لئے اپنے غیر کو اپنے آگے سے گزرنے دینے سے منع فرمایا ہے، اور یہ اس کی ضد ہے جو تم نے مطلب کی روایت سے آپ ﷺ سے روایت کیا۔

پھر اس کے تحت بطور جواب لکھتے ہیں:

فکان جوابنا له فی ذلك بتوفیق الله عزّ وجلّ و عونه: أن هذا مما لا تضادَّ فیه لأن ما رویناه عن المطلب مما ذکر علی حُکم الصلاة إلی الکعبة بمعاینتها، و الآثار الأخر علی الصلاة بتحری الکعبة و بالغیبة عنها (۲۳۴)

یعنی تو اللہ عزوجل کی توفیق اور اس کی مدد سے اس قائل کو جواب یہ ہے کہ یہ ان احادیث میں سے ہیں کہ جن میں کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ ہم نے مطلب سے روایت کیا، اس میں مشاہدِ کعبہ کے کعبہ کی طرف نماز کے حکم کا ذکر ہے اور دوسری احادیث میں کعبہ سے غائب تحری سے نماز پڑھنے والے (کی نماز کے حکم کا ذکر ہے)

و قد وجدنا الصلاة إلی الکعبة بالمُعاینة لها یُصلّی الناسُ من جوانبها، فیستقبل بعضهم وجوه بعض، فیکون ذلك لهم غیر مکروه، و رأینا الصلاة بخلاف ذلك المکان مما لا مُعاینة فیه

۲۳۳ نخبة الأفکار ۲/۳۰۹، ۳۱۰

۲۳۴ نخبة الأفکار، ج ۲، ص ۳۱۰

للكعبة بخلاف ذلك في كراهة استقبال وجوه الرجال بعضهم بعضاً و في الزجر عن ذلك، و المنع منه (٢٣٥)

یعنی، پس ہم نے کعبہ کے معاملہ میں نماز کو پایا کہ لوگ کعبہ کے اطراف میں نماز پڑھتے ہیں تو بعض کا رُخ بعض کی طرف ہوتا ہے تو ان کے لئے بلا کراہت چھوٹ ہوگی، اور ہم نے اس کے برخلاف دوسری جگہ نماز کو دیکھا جہاں کعبہ کا معاینہ نہیں ہوتا کہ بعض کے بعض کی طرف منہ کرنے کی کراہت میں حکم اس (پہلی صورت کے) خلاف ہے (یعنی، یہاں ایسا کرنا مکروہ ہے جب کہ وہاں مکروہ نہ تھا)

فعقلنا بذلك أن الكعبة مخصوصة بها بهذا الحكم في الصلاة إليها، و الإطلاق للناس استقبال وجوه المصلّين معهم إليها، و الإستقبال لحدودهم في صلاتهم إليهم و إن كان ذلك كذلك في صلاتهم إليه اتسع لهم بذلك مُرورهم بين أيديهم في صلاتهم إليها، و استقبالهم إياهم في ذلك بوجوههم و بحدودهم، و عقلنا أن الصلاة في الغَيبة عنها بخلاف ذلك، و أنه لما كان استقبال الناس بعضهم بعضاً بوجوههم و بحدودهم فيها ممنوعاً، ضاق عليهم مرورُهم بهم فيها، و ضاق على المصلّين إطلاق ذلك فيها (٢٣٦)

یعنی، پس ہم نے اس سے یہ سمجھا کہ کعبہ کی طرف نماز میں، اور لوگوں کو چھوڑنے میں کہ وہ اپنے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کے چہروں کی طرف رُخ کریں اور اپنی نمازوں میں ان کی طرف اپنی حدود کے استقبال میں کعبہ کے اس حکم کے ساتھ خاص ہے، اور اگر اس کی

٢٣٥ . تحفة الأخيار ٢/ ٣١٠

٢٣٦ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ٢/ ٣١٠

طرف ان کی نماز میں وہ اسی طرح ہے تو ان کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ وہ ان کی کعبہ کی طرف نماز میں اُن کے آگے سے گزریں اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ لوگوں کی طرف اپنے چہروں اور حدود کے ساتھ استقبال کریں (یعنی ان کی طرف چہرہ کریں) اور ہم نے سمجھا کہ کعبہ سے غائب نماز اس کے برخلاف ہے وہ یہ کہ لوگوں کے بعض کی طرف اپنے چہروں اور حدود کے ساتھ استقبال اس میں ممنوع ہے (کہ انہیں نماز میں ایک دوسرے کی طرف چہرہ کرنا ممنوع ہے) تو اس میں ان کا گزرنا ان پر تنگ ہے (یعنی نمازی کے آگے سے گزرنا مشکل ہے) اور نمازیوں پر اس میں اُسے اس کی اجازت دینا بھی تنگ ہے۔ (یعنی نمازیوں پر بھی انہیں اپنے آگے سے گزرنے دینا مشکل ہے)

فبان بحمد الله و نعمته أن لا تضادَّ في شيء مما ذكرناه في هذا الباب، و أن كل واحد من المعنيين اللذين ذكرناهما فيه بائن بحكمه من المعنى الآخر منهما، و الله نسأله التوفيق (٢٣٧)

یعنی، پس اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نُصرت سے ظاہر ہو گیا کہ اس بات میں جو ہم نے اس باب میں ذکر کیا (یعنی بظاہر متضاد احادیث بیان کیں) ان میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے، اور دو معانی جنہیں ہم نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک کا حکم دوسرے معنی سے جُدا ہے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔

اسی طرح امام حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج بن عبداللہ حنفی متوفی ۷۶۲ھ لکھتے ہیں

و أما حديث المطلب بن أبي وداعة قال: "رأيتُ النبيَّ ﷺ

٢٣٧ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار، المجلد (٢)، كتاب الصلاة، باب (١٣٥)، بيان مشكل ما رُوي عن رسول الله ﷺ في المرور بين يدي المصلّي في البيت الحرام و في الغيبة عنه ص ٣١٠

مصلّی بباب بنی سهم، و الناس یمرّون بین یدیه و لیس بینه و بین الطواف سترة"، فلیس مخالفاً لما روی من النهی عن المرور بین یدی المصلّی، لأنه إنما هو فی الصلاة إلی الکعبة و معاینها، و النهی عن المرور بین یدی المصلّی إنما هو فیمن یتحرّی الصلاة فی الکعبة إذا غاب عنها، و زعم ابن شاهین أنه ناسخ لحدیث النهی (۲۳۸)

یعنی، مگر مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث کہ انہوں نے فرمایا: "میں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم کے قریب (نماز پڑھتے) دیکھا اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی سُترہ نہیں تھا" تو یہ حدیث اُس حدیث کے مخالف نہیں ہے کہ جس میں نمازی کے آگے سے گزرنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ وہ (یعنی حدیثِ مطلب) کعبہ کی طرف نماز (پڑھنے والے) اور مشاہدِ کعبہ کے حق میں ہے، اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت (والی حدیث) صرف اس کے بارے میں ہے جو کعبہ کی طرف نماز کی تحری (غور و فکر) کرتا ہے (کہ جہتِ کعبہ کدھر ہے) جب کہ وہ کعبہ سے غائب ہو، اور (مُحدِّث) ابن شاہین نے گمان کیا کہ یہ (حدیثِ مطلب) حدیثِ نہی (یعنی ممانعت والی حدیث) کے لئے ناسخ ہے۔

حدیثِ مطلب سے استدلال: اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کے بغیر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

و لا بأس أن یصلّی بمکة إلی غیر سترة و روی ذلك عن ابن الزبیر، و عطاء، و مجاهد، قال الأثرم: قیل لأحمد: الرجل یصلّی

بمکة و لا یستتر بشیء، فقال: قد روی عن النبی ﷺ "أنه صلّی، و ثَمَّ لیس بینه و بین الطّواف سترة"

قال أحمد: لأن مکة لیست کغیرها، کأن مکة مخصوصة، و ذلك لما روی کثیر بن کثیر بن المطلب، عن أبیه عن جده المطلب، قال: "رأیتُ رسولَ الله ﷺ یُصلّی حیالَ الحجر، و الناسُ یمرُّونَ بینَ یدیه". رواه الخلال بإسناده (۲۳۹)

یعنی، مکہ میں بغیر سُترہ کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور یہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے، اثرم نے فرمایا: امام احمد سے کہا گیا کہ کوئی شخص مکہ میں نماز پڑھتا ہے اور کسی شئی کو سُترہ نہیں بناتا تو فرمایا: "نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے نماز ادا فرمائی اور وہاں آپ ﷺ اور طواف کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا"۔ امام احمد نے فرمایا: کیونکہ مکہ اس کے غیر کی مثل نہیں ہے گویا مکہ مخصوصہ ہے اور وہ اس لئے کہ کثیر بن کثیر بن المطلب نے اپنے باپ سے روایت کیا، انہوں نے ان کے دادا مطلب سے روایت کیا ہے کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجرِ اسود کے مقابل نماز پڑھتے دیکھا، اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے"۔

حدیثِ مطلب کے تحت محشّی صحاح ستہ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

ظاهره أنه لا حاجة إلی السترة فی مکة (۲۴۰)

یعنی، اس کا ظاہر ہے مکہ مکرمہ میں سُترہ کی حاجت نہیں۔

اور حدیثِ مطلب کو بعض نے صرف طواف کرنے والوں پر محمول کیا ہے، چنانچہ حدیثِ مطلب کے تحت علامہ محمد بن عبد الهادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ لکھتے ہیں:

۲۳۹ المغنی ۲/۲۴۴

۲۴۰ حاشیة السندی علی السنن للنسائی ۲۴۲/۵

ظاهره أنه لا حاجة إلى السترة في مكة و به قيل، و من لا يقول به يحمله على أن الطائفين كانوا يمرّون وراء السجود أو وراء ما يقع فيه نظر الخاشع (۲٤۱)

یعنی، اس سے ظاہر یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں سُترہ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہی کہا گیا کہ جو یہ بات نہیں کہتا وہ اسے طواف کرنے والوں پر محمول کرتا ہے کہ لوگ موضعِ سجود یا خشوع سے نماز پڑھنے والے کی نظر پڑنے کی جگہ کے آگے سے گزر رہے تھے۔

اور یہی شیخ شمس الحق عظیم آبادی "عون المعبود" (۲٤۲) میں نقل کیا ہے۔

اور حدیث مطلب کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (۲٤۳) اور ابن حجر کے حوالے سے شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی (۲٤٤) نے نقل کیا:

و اغتفر بعض الفقهاء ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة، و عن بعض الحنابلة جواز ذلك في جميع مكة

یعنی، بعض طواف کرنے والوں نے وہ (یعنی، نمازی کے آگے سے گزرنا) طواف کرنے والوں کے لئے ضرورت کی وجہ معاف قرار دیا ہے سوائے ان کے غیر کے، اور بعض حنابلہ سے پورے مکہ میں اس کا جواز منقول ہے۔

اور امام ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

۲٤۱۔ حاشية السندي على السنن للنسائي، ۲/ ۲٤

۲٤۲۔ عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، الجزء (۵)، كتاب المناسك، باب (۸۹) في مكة، الحديث ۲۰۱٤، ص ۳٤۵

۲٤۳۔ فتح الباري شرح صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها، الحديث: ۵۰۱، ص ۵۷٦

۲٤٤ عون المعبود، الجزء (۵)، كتاب المناسك، باب (۹۰) تحريم مكة، الحديث ۲۰۱٤، ص ۳٤٦

نعم اغتفر بعضهم ذلك للطائفين دون غيرهم للضرورة (۲٤۵)

یعنی، ان کے بعض نے اسے ضرورت کی وجہ سے طواف کرنے والوں کے لئے معاف قرار دیا سوائے ان کے غیر کے۔

ائمہ مجتہدین: امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل علیہم الرحمہ کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ احناف میں سے امام طحاوی علیہ الرحمہ سے کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز منقول ہے۔

علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی نے لکھا جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ان کلمات کے ساتھ نقل کیا ہے:

شیخ رحمت اللہ سندی در "منسک کبیر" خود گفتہ کہ مرور در پیش مصلی در مسجد حرام جائز است نزد علماء ثلاثہ مالک و شافعی و احمد و امام در مذہب حنفیہ نیافتہ ام من مر اصحاب خود را کلامے درو بے نہ منع و نہ اباحت الا آنکہ ذکر کردہ است طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار چیزے را کہ ظاہر است در دلالت بر جواز مرور در پیش مصلی در حضرت کعبہ اھ (۲٤٦)

یعنی، شیخ رحمت اللہ (بن عبد اللہ) سندھی (حنفی) نے اپنی "منسک کبیر" میں فرمایا مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا علماء ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے میری مراد امام مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ ہیں، مگر مذہب حنفیہ تو میں نے خاص طور پر اپنے اصحاب سے اس بارے میں کوئی کلام نہیں پایا، نہ منع کرنے کے بارے میں اور نہ اباحت کے بارے میں، مگر یہ کہ امام طحاوی علیہ الرحمہ نے "شرح آثار" میں ایک چیز ذکر کی ہے جو کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز پر دلالت کرنے میں ظاہر ہے۔

۲٤۵۔ إرشاد الساري شرح صحيح البخاري، المجلد (۱)، كتاب الصلاة، باب السترة بمكة و غيرها، ص ٤٦۷

۲٤٦ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعض مسائل متفرقه، فصل دوازدهم، ص ۲۹۵

اور اس کے تحت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

مخفی نماند کہ مرور در پیش مصلی در صحرا یا در مسجد کبیر اگر دُور تر از مقدار سجود است ممنوع نباشد بقول صاحب ہدایہ و بسیارے از کتب حنفیہ، و اختیار صاحب البحر الرائق، و عام است حکم جواز وے بر قول مذکور در جمیع مساجد کبار علی الخصوص حرم مکہ کہ محل ابتلاء عام و کثرت مرور انام است، پس آنچہ مولانا رحمت اللہ گفتہ نیافتہ ام من اصحاب خود را کلامے در وے ظاہر آن ست کہ مراد داشتہ است مرور را کمتر از مقدار سجود، و لیکن عبارت طحاوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح آثار افادہ نمی کند مرور را کمتر از مقدار سجود بلکہ افادہ میکند مرور را پیش مصلی، و ظاہر آنست کہ مراد او دُور تر از محل سجود باشد واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴۷)

یعنی، مخفی نہ رہے صحراء یا مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا اگر مقدار سجود سے دُور تر ہے تو صاحب ہدایہ اور بے شمار کتب حنفیہ کے قول کے مطابق اور صاحب بحر الرائق کے مختار کے مطابق ممنوع نہیں ہے، اور مذکور قول کی بناء پر جواز کا حکم تمام مساجد کبیر خصوصاً حرم مکہ کو عام ہے کہ وہ ابتلاءِ عام اور لوگوں کے کثرت سے گزرنے کا محل ہے، پس جو علامہ رحمت اللہ (بن عبداللہ سندھی حنفی) نے فرمایا کہ "میں نے اپنے اصحاب سے (اس بارے میں) کوئی کلام نہیں پایا" ظاہر ہے کہ انہوں نے مقدار سجود سے کمتر گزرا مراد لیا ہے، لیکن امام طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) علیہ الرحمہ "شرح آثار" میں سجود سے کمتر مقدار سے گزرنے کا افادہ نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کا افادہ کیا ہے، اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کا گزرنا محل سجود سے دُور تر ہو واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں:

۲۴۷ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، ص ۲۹۵

تنبیہ: ذکر فی "حاشیة المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبة و خلف المقام و حاشیة المطاف لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وداعة "أنّہ رأی النّبیّ ﷺ یصلّی ممّا یلی باب بنی سہم و النّاس یمرّون بین یدیہ و لیس بینہما سترة" و ہو محمول علی الطائفین فیما یظہر، لأن الطواف صلاة، فصار کمن بین یدیہ صفوف من المصلّین انتہی، و مثلہ فی "البحر العمیق"، و حکاہ عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" و نقلہ الملا رحمہ اللہ فی "منسکہ الکبیر" و نقلہ سنان آفندی أیضاً فی "منسکہ" و سیأتی إن شاء اللہ تعالی تأیید ذلک فی باب الإحرام من کتاب الحج (۲/ ۵۰۱، ۵۰۲) (۲۴۸)

یعنی، "حاشیة المدنی" میں ہے کہ کعبہ کے اندر اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ "انہوں نے نبی ﷺ کو باب بنی سہم (یعنی باب العمرہ) کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے حالانکہ ان کے مابین کوئی سُترہ نہ تھا" اور یہ حدیث بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے تو ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اور اسی کی مثل "البحر العمیق" میں ہے، اور اسے امام طحاوی کی "مشکلات الآثار" کے حوالے سے امام عز الدین بن جماعہ (الکنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے حکایت کیا ہے، اور

۲۴۸ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۱)، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة و ما یکرہ فیہا، ص ۶۳۵، ۶۳۶

اسے ملا رحمت اللہ (بن عبداللہ سندی حنفی جنہیں موصوف نے "منحة الخالق" (۲۴۹) میں ابن ہمام کا شاگرد لکھا ہے) نے "منسك كبير" میں نقل کیا اور ملا علی قاری نے بھی اسے اپنی "منسک" میں نقل کیا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تائید (اسی کتاب کے) کتاب الحج کے باب الاحرام میں آئے گی۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے کتاب الحج کے باب الاحرام میں ایک عنوان قائم کیا کہ "مطلب: فی عدم منع المارّ بین یدی المصلّی عند الکعبة" (یعنی، کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہ کرنے کے بیان میں)، اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

تنبیه: قال العلامة قطب الدین فی "منسکه": رأیت بخط بعض تلامذة الکمال بن الهمام فی "حاشیة الفتح": إذا صلّی فی المسجد الحرام ینبغی أن یمنع المارّ لهذا الحدیث، و هو محمول علی الطائفین لأن الطواف صلاة فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین ا هـ و قال رأیت فی "البحر العمیق" حکی عز الدین بن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی" أن المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز ا هـ (۲۵۰)

یعنی، تنبیہ: علامہ قطب الدین (حنفی متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنے "مناسك" میں فرمایا کہ میں نے "فتح القدیر" کے حاشیہ میں کمال بن ہمام (یعنی امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی ۸۶۱ھ) کے بعض شاگردوں کے خط سے دیکھا کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اس

۲۴۹۔ منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الحج، باب الإحرام، ۲/ ۳۲۷

۲۵۰۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، مطلب فی عدم منع المار، الحج، ص ۵۰۱۔ ۵۰۲

حدیث (یعنی مطلب بن ابی وداعہ سے مروی حدیث) کی بنا پر (سامنے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اور وہ (روایت) طواف کرنے والوں پر محمول ہے، کیونکہ طواف نماز ہے، پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں اھ، اور فرمایا کہ پھر میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا کہ امام عز الدین بن جماعہ (کنانی متوفی ۷۶۷ھ) نے امام (ابو جعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشکلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اھ۔

علامہ حسین بن محمد سعید عبدالغنی مکی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: قال العلامة الشیخ قطب الدین الحنفی فی "منسکه": فرع غریب رأیت بخط تلامذة الکمال ابن الهمام فی حاشیة "فتح القدیر": إذا صلّی فی المسجد الحرام ینبغی أن لا یمنع المارّ، لما روی أحمد و أبو داؤد عن المطلب بن أبی وَدَاعة، أنه رأی النبی ﷺ یصلّی مما یلی باب بنی سهم والناس یمرّون بین یدیه و لیس بینهما سترة، و هو محمول علی الطائفین فیما یظهر، لأن الطواف صلاة فصار کمن بین یدیه صفوف من المصلّین، ثم رأیت فی "البحر العمیق" حکی ابن جماعة عن "مشکلات الآثار للطحاوی": أن المرور بین یدی المصلّین بحضرة الکعبة یجوز أفاده الحباب، و فی "رد المحتار" تنبیه ذکر فی "حاشیة المدنی" لا یمنع المارّ داخل الکعبة و خلف المقام و حاشیة المطاف ا هـ کذا فی "تقریر الشیخ عبدالحق" (۲۵۱)

۲۵۱۔ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، فصل فی رکعتی الطواف، ص ۱۷۲

یعنی، میں کہتا ہوں کہ علامہ شیخ قطب الدین حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے اپنی "منسک" میں فرمایا کہ میں نے امام کمال الدین (محمد بن عبد الواحد ابن ہمام (حنفی متوفی ۸۶۱ھ) کے شاگردوں کے خط سے "فتح القدیر" کے حاشیہ میں فرع غریب دیکھی کہ جب مسجد حرام میں نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ (آگے سے) گزرنے والے کو نہ روکے، اس لئے کہ امام احمد اور امام ابو داؤد نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھ کہ "آپ باب بنی سہم سے متصل نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ ﷺ اور لوگوں کے درمیان کوئی سُترہ نہ تھا" اور یہ بظاہر طواف کرنے والوں پر محمول ہے کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہو گیا جیسے اس کے آگے نمازیوں کی صفیں ہوں، پھر میں نے "البحر العمیق" میں دیکھا کہ ابن جماعہ نے (امام ابو جعفر احمد بن محمد) طحاوی (حنفی متوفی ۳۲۱ھ) کی "مشکلات الآثار" سے حکایت کیا کہ کعبہ کے پاس نمازیوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ حباب نے اس کا افادہ کیا اور "در محتار" میں ہے: تنبیہ: "حاشیۃ المدنی" میں ذکر کیا گیا کہ کعبہ کے اندر، مقام ابراہیم کے پیچھے اور حاشیۂ مطاف میں (نمازی کے آگے) گزرنے والے کو نہ روکا جائے اھ اسی طرح "تقریرات شیخ عبدالحق" میں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے فرزند علامہ علاؤ الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۰۶ھ لکھتے ہیں:

و لا يُمنع المارُّ من الطائفين بين يدي المصلّي، و كذا لا يمنع مطلَقُ مارٍّ بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة و يجوز المرور بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة (۲۰۲)

۲۰۲۔ الهدية العلائية لأحكام الحج، أفعال الحج المفرد الخ ص ۲۰۱

یعنی طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو نہ روکا جائے، اور اسی طرح کعبہ کے پاس مطلق گزرنے والے کو نمازی کے آگے سے گزرنے سے نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

اور شیخ عبدالحمید محمود طہماز نے "صحیح ابن حبان" میں مذکور حدیث (برقم ۲۳۵۸) نقل کر کے اس کے تحت لکھتے ہیں:

و هذا من خصوصيات المسجد الحرام، فلا يمنع المارّ من الطائفين بين يدي المصلّي، و يجوز المرور بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة (۲۰۳)

یعنی، یہ مسجد حرام کی خصوصیات سے ہے، پس طواف کرنے والوں میں سے نمازی کے آگے سے گزرنے والوں کو نہیں روکا جائے گا، اور کعبہ معظمہ کے پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے (اور مؤلف نے اسے "هدية العلائية" کے حوالے سے نقل کیا ہے)

اور شیخ السعید محمد سعید الصاغرجی حدیث مطلب کو امام احمد، ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ينبغي ألا يمنع المارّ و هو الطائف، لأن الطواف صلاة، فصار كمن بين يديه صفوف من المصلّين، و قد نقل عن الطحاوي: أن المرور بين يدي المصلّي بحضرة الكعبة يجوز (۲۰۴)

یعنی، چاہئے کہ گزرنے والے کو منع نہ کیا جائے اور وہ طواف کرنے والا ہو کیونکہ طواف نماز ہے پس ایسے ہو گیا جیسے اس (نمازی) کے آگے

۲۰۳۔ الفقه الحنفي في ثوبه الجديد، المجلد (۱)، كتاب الحج وصف أفعال الحج المفرد، ص ۴۸٤

۲۰٤۔ التيسير في الفقه الحنفي من شرح تنوير الأبصار و رد المحتار على الدر المختار، كتاب الحج، السعي بين الصفا و المروة، ص ۱٤۹

نمازیوں کی صفیں ہوں، اور امام طحاوی سے منقول ہے کہ کعبہ مکرمہ کے
پاس نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔

علامہ مولانا محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان المرور بین یدی المصلّی بحضرة الکعبة یجوز۔ رد المحتار (۲۰۵)

یعنی یہ مسئلہ کہ نمازیوں کے سامنے سے گزرنا گناہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے
صرف حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور مسعیٰ کو علماء کرام نے مسجد سے خارج شمار کیا ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

و الصفا خارج المسجد من الجانب الشرقی (۲۰۶)

یعنی، صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کے جواز کے بارے میں فقہاء احناف کی جو عبارات مذکور ہیں وہ یہ ہیں کعبہ کے پاس، مطاف میں، حاشیہ مطاف میں، حرم بیت اللہ میں اور مسجد حرام، اور امام قسطلانی نے نقل کیا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے تینوں ائمہ امام مالک، شافعی اور احمد سے مسجد حرام میں نمازیوں کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ جب کہ محشی صحاح ستہ علامہ عبد الہادی سندھی نے پورے مکہ میں نمازی کو سترہ کی حاجت نہ ہونے کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنا ضرورت کی بنا پر معاف ہے اور انہی سے منقول ہے کہ بعض حنابلہ کے نزدیک

۲۰۵۔ حج، طواف کا طریقہ، بعد طواف مقام ابراہیم پر دو رکعت واجب، ص ۹۵

۲۰۶۔ إثارة الترغیب و التشویق إلی المساجد الثلاثة و البیت العتیق، القسم الأول، العصر الخامس و العشرون فی ذکر ما حدث فی بناء المسجد الحرام ص ۲۰۲

پورے مکہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ اور ابن قدامہ حنبلی نے بھی پورے مکہ میں بلا سترہ نماز کے جواز کا قول کیا ہے اور امام احمد کا قول نقل کیا ہے کہ مکہ غیر مکہ کی طرح نہیں ہے۔

فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر حدیث مطلب بن ابی وداعہ سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا قول کیا اور حدیث مطلب کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ یہ بات سابقہ صفحات میں مذکور حدیث کے الفاظ کو دیکھنے سے واضح ہو جاتی ہے۔ مگر فقہاء کرام نے ضرورت کی بنا پر جواز کو بیان کیا۔ پھر جس نے سمجھا کہ ضرورت صرف کعبہ کے پاس ہے اس نے کعبہ کے پاس جواز کا قول نقل کیا اور جس نے پورے مطاف میں ضرورت کو جانا اس نے مطاف کا ذکر کیا، جس کے نزدیک پوری مسجد حرام میں ضرورت دیکھی اس نے مسجد حرام کا ذکر کیا اور جس کے نزدیک ضرورت پورے مکہ شہر میں تھی اس نے مکہ کا ذکر کیا۔ پھر جس زمانے میں ان فقہاء کرام نے جواز کا ذکر کیا اور جواز کو حدود کے ساتھ مقید کیا اس زمانے میں لوگوں کی حرم مکہ آمد اس قدر نہ تھی جتنی آج ہے اور لوگوں کا اتنا ازدحام نہیں ہوتا تھا جتنا آج ہوتا ہے لیکن مسعیٰ میں اس قدر حاجت پیش نہیں آتی جس قدر مطاف میں پیش آتی ہے مسعیٰ میں لوگ صرف پنجگانہ نماز کی جماعت کے وقت نماز پڑھتے نظر آتے ہیں، عام اوقات میں نہیں، جب کہ مطاف میں اوقات جماعت کے علاوہ بھی لوگ کثرت سے نماز پڑھتے ہیں۔

اور پھر ہمارے آئمہ ثلاثہ سے اس بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے سوائے اس کے کہ امام طحاوی نے کعبہ کے پاس جواز کو بیان کیا اور دیگر احناف نے بھی مطاف اور کعبہ کا ذکر کیا مگر علامہ عبد الہادی سندھی حنفی محشی صحاح ستہ نے جو دو اقوال ذکر کئے ہیں ان میں پہلا قول پورے مکہ میں سترہ کی عدم ضرورت کے بارے میں ہے، اور علماء احناف نے کتب فقہ میں اور خصوصاً کتب مناسک میں مطاف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز ذکر کیا ہے۔ تو ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مطاف میں کعبہ کے نزدیک حاجت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ضرورت پیش آنے پر نمازی کے آگے سے طواف نہ کرنے والا بھی گزر جائے اور مطاف کے کناروں سے دیکھ لے اگر نمازی کے آگے سے گزرے بغیر گزرنے کی سبیل ہے تو

نمازی کے آگے سے نہ گزرے بلکہ دوسری راہ اختیار کرے اور پھر مسجد حرام میں ضرورت اور کم ہو جاتی ہے لہٰذا وہاں نمازی کے آگے سے نہ گزرے اور اگر کوئی سبیل نہ ہو تو مجبوراً گزر جائے کہ ہمارے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ گزرنے کا جواز حرم بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور حرم بیت اللہ کا اطلاق مسجد حرام پر اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح مطاف پر، لیکن بچنے کی کوشش کرے کہ یہاں ایسی حاجت نہیں جیسی کہ مطاف میں، اس لئے کہ یہاں ستون موجود ہیں اور وہاں نہیں اور مسعیٰ میں جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا ضرورت صرف جماعت کے وقت ہوتی ہے اور اس وقت سعی بھی بتدریج رک جاتی ہے اور وہاں اس زمانے میں یہ حاجت پیش نہیں آتی تھی اس لئے فقہاء احناف نے صرف مطاف و مسجد حرام کا ذکر کیا اور فی زمانہ بھی ہم دیکھتے ہیں تو یہ یہی حاجت مسعیٰ میں پیش نہیں آتی کہ تو وہاں بھی گزرنا جائز ہو۔

یہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا کہ جس کی طرف برادرم مولانا محمد عرفان ضیائی دامت برکاتہم العالیہ نے استفتاء کے ذریعے احقر کی توجہ دلائی، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے جس قدر کتب فقہ میسر آئیں ان کی طرف مراجعت کر کے جو تحقیق اس مسئلہ میں ہوسکی میں نے کی، اگر یہ حق ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے ورنہ میری جانب سے ہے۔ حضرات علماء کرام میں سے جسے اس سے اختلاف ہو دلائل سے اس کا رد کر دے تو احقر اپنی تحریر سے رجوع کرنے میں تأمل نہیں کرے گا۔ و الحق احق أن يتبع

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ ۸ جمادی الأولی ۱٤۲۸ھ، ۲۵ مایو ۲۰۰۷ م (389-F)

آبِ زم زم سے وضو و غسل کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ مسجد الحرام میں بیٹھے رہنے سے وضو ٹوٹ جائے تو اٹھتے ہیں اور آبِ زم زم سے وضو کر کے پھر بیٹھ جاتے ہیں بعض مسجد کے خدام کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو بجائے

روکنے کے خود آبِ زم زم سے وضو کرنے کا کہتے ہیں، شرع مطہرہ میں آبِ زم زم سے وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

(السائل: حافظ بلال قادری، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ و تقدس الجواب: آبِ زم زم کو حقیقی یا حکمی ہر قسم کی نجاست کے ازالہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کے شاگرد (کما فی منحۃ الخالق) علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا يستعمل إلا على شئ طاهر و يكره الاستنجاء به

یعنی، آبِ زم زم کو نہ استعمال کیا جائے مگر پاک چیز پر اور اس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فلا ينبغي أن يغسل به ثوب نجس، و لا أن يغتسل به جنب و لا محدث، و لا في مكان نجس ..... و كذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذالك و يقال: إنه استنجى به بعض الناس فحدث به الباسور (٢٥٧)

یعنی، تو اس سے نجس (ناپاک) کپڑے کو نہیں دھونا چاہئے اور نہ اس سے جنبی غسل کرے (یعنی وہ شخص کہ جس پر غسل واجب ہوگیا ہو) اور نہ بے وضو (اس سے وضو کرے) اور نہ نجس جگہ (اسے استعمال کرے یا ڈالے) ..... (جس طرح سے استنجاء مکروہ ہے) اسی طرح اس سے نجاست حقیقی کو اپنے کپڑے یا بدن سے زائل کرنا (مکروہ ہے) یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کا حرام ہونا ذکر کیا ہے، اور کہا گیا کہ کسی نے اس سے استنجاء کرلیا تو اُسے بواسیر کا مرض ہوگیا۔

٢٥٧ المسلك المتقسط إلى المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل، ص ٥٤٩

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

واما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجاء کردہ کسی بآب زمزم میں حادث گشت بوی باسور(۲۵۸)

یعنی، مگر آبِ زمزم سے نجاست دُور کرنا جیسے استنجاء اور اس کی مثل اور کام (میں اس کا استعمال) وہ حرام ہے بعض کے نزدیک اور دوسروں کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کسی شخص نے آبِ زمزم کے ساتھ استنجاء کر لیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہو گیا۔

اور علامہ تقی الدین محمد بن احمد بن علی الفاسی المکی المالکی متوفی ۸۳۲ھ نے اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ ماوردی کی ''حاوی'' میں جو ہے اس کی بنا پر بالاجماع اس سے تطہیر جائز ہے اور امام نووی نے ''شرح المہذب'' میں لکھا کہ آبِ زمزم سے نجاست زائل کرنے سے بچنا چاہئے خصوصاً نجاست کے وجود کو دور کرنے سے اور خصوصاً اس سے استنجاء کرنے سے۔ اور محبّ طبری نے اس سے نجاست کے زائل کرنے کے حرام ہونے پر جزم کیا اگرچہ اس صورت میں تطہیر حاصل ہو جائے گی۔ اصحاب مالکیہ میں سے ابن شعبان سے آبِ زمزم سے تطہیر کی ممانعت منقول ہے۔ مالکیہ میں سے ابن حبیب نے جو ذکر کیا اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو مستحب ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ اس سے وضو اور غسل مستحب ہے، امام احمد نے ایک روایت میں اسے مکروہ قرار دیا۔ اور فاکہی نے ذکر کیا کہ اہل مکہ اپنی میتوں کے غسل سے فارغ ہو چکے ہوتے تو تبرکاً انہیں آبِ زمزم سے غسل دیتے اور ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو آبِ زمزم سے غسل دیا۔(۲۵۹)

برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زمزم کا استعمال بالاتفاق جائز ہے اور صحابیہ حضرت

۲۵۸۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چند امور متعلقہ بآب زمزم، ص ۱۳۸

۲۵۹۔ شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، المجلد (۱)، ذکر حکمۃ التطہیر بماء زمزم، ص ۴۱۴

اسماء رضی اللہ عنہا اور اہل مکہ کے عمل سے بھی یہی ثابت ہے اور علماء کرام نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کے شاگرد علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یجوز الإغتسال التوضؤ بماء زمزم علی وجه التبرك

یعنی، برکت حاصل کرنے کے لئے آبِ زمزم سے غسل اور وضو جائز ہے۔

اس کے تحت شارح ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی لا بأس بما ذکر إلا أنه ینبغی أن یستعمله علی قصد التبرك بالمسح أو الغسل أو التجدید فی الوضوء(۲۶۰)

یعنی، (علامہ رحمت اللہ سندھی نے) جو ذکر کیا (کہ آبِ زمزم سے غسل اور وضو برکت لینے کے لئے جائز ہے) اس میں کوئی حرج نہیں مگر اُسے چاہئے کہ برکت حاصل کرنے کے ارادے سے مسح یا غسل یا تجدید وضو کے طور پر استعمال کرے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بآب زمزم و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن(۲۶۱)

یعنی، آبِ زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہ چاہئے کہ آبِ زمزم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے۔

بہر حال اس مسئلہ میں علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں صحیح یہی ہے کہ ازالۂ نجاست کے

۲۶۰۔ المسلک المتقسط إلی المنسك المتوسط، باب المتفرقات، فصل و یستحب لإکثار من شرب ماء زمزم، ص ۵۴۴

۲۶۱۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چند امور متعلقہ بآب زمزم، ص ۱۳۸

لئے اور رفع حدث کے لئے اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ یعنی جنبی اس سے غسل نہ کرے اور بے وضو اس سے وضو نہ کرے اور اسے استنجاء کے لئے استعمال نہ کیا جائے اس سے ناپاک کپڑے نہ دھوئے جائیں کہ یہ برکت والا پانی ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

وارد شدہ است درحق زمزم کہ وی مبارکۃ (۲۶۲)

یعنی، آبِ زم زم کے حق میں وارد ہے کہ یہ برکت والا ہے۔

اور یہ رُوئے زمین کے پانیوں سے بہتر پانی ہے چنانچہ حدیث شریف ہے:

و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ ﷺ: "خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ" الخ رواہ الطبرانی فی "الکبیر" و رواتہ ثقات و رواہ ابن حبان أیضاً (۲۶۳)

یعنی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "روئے زمین پر بہتر پانی آبِ زم زم ہے" الخ اسے امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس روایت کے راوی ثقات ہیں اور اسے امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے جسے ثواب کی نیت سے دیکھنا عبادت ہے جیسا کہ "لباب المناسك" ، "المسلك المتقسط" (ص ۵۴۳) میں ہے اور "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" (ص ۱۳۹) میں ہے کہ

النظر إلی زمزم عبادۃ۔ رواہ الفاکہی بسندہ عن النبی ﷺ

یعنی، زم زم (کے کنوئیں) میں دیکھنا عبادت ہے۔ اسے علامہ فاکہی نے اپنی سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔

اور یہی وہ مبارک پانی ہے کہ جسے نبی ﷺ کے قلب اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہوا، اور اس کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے "صحیح البخاری" کے کتاب الصلوٰۃ

۲۶۲ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، ص ۱۳۸

۲۶۳ إرشاد الساری إلی مناسك الملا علی القاری، باب المتفرقات، فصل، ص ۵۴۱

(باب کیف فرضت الصلوات فی الإسراء) میں اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے "صحیح البخاری" کے کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں مروی ہے۔

اور یہی وہ پانی ہے کہ جس کے کنوئیں میں نبی ﷺ کا دہن مبارک میں لے کر نکالا ہوا پانی ڈالا گیا اور اس کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے "مسند امام احمد" (۳۷۲/۱، برقم: ۳۵۲۷) اور "أخبار مکۃ للفاکہی" (۵۵/۲) میں اور "المعجم الکبیر للطبرانی" (۹۷/۱۱) میں مروی ہے، اسی طرح "البدایۃ و النہایۃ" (۲۶۴) میں ہے۔

ایسے بابرکت اور اتنی فضیلتوں کے حامل پانی کو ناپاکی میں استعمال کرنا اور پاکی حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا بالکل جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اور سوال میں مذکور لوگ بے وضو ہونے کی صورت میں آبِ زم زم سے وضو کرتے ہیں اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ اس سے وضو نہ کریں اور خادم کو بھی چاہئے کہ انہیں اس سے منع کریں۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم، ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، دیسمبر ۲۰۰۶م (324-F)

آبِ زم زم میں کفن کی چادریں بھگونا کیسا ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لوگ کفن کے کپڑے کو آبِ زم زم میں بھگونے کے لئے لاتے ہیں ان کی نیت تبرک حاصل کرنا ہوتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف چھینٹے مارنا کافی ہے پورا بھگونا نہیں چاہئے کہ اس میں آبِ زم زم کا ضائع کرنا ہے اور استعمال کے بعد اس کو کسی جگہ ڈالنا بے ادبی ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: فقہاء کرام نے آبِ زم زم کو ازالۂ

۲۶۴ البدایۃ و النہایۃ للمجلد (۴)، باب دخول النبی ﷺ إلی مکۃ فصل إحلالہ ﷺ الخ، ذکر بقاصتہ عبد السلام إلی البیت العتیق، ص ۱۴۵

نجاست کے لئے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے نجاست چاہے حقیقی ہو یا حکمی جیسے جنابت بے غسل و وضو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست در اغتسال و وضو بہ آب زمزم، و قیل مکروہ است اغتسال بوی نہ وضو، و باید کہ استعمال نکند آب مذکور را مگر بر بدن طاہر بطریق تجدید وضو و مانند آن و اما ازالۂ نجاست چنانکہ استنجاء و مانند آن پس حرام است نزد بعضے و مکروہ است نزد بعضے دیگر، و گویند کہ استنجا کرد کسی باب زمزم پس حادث گشت بوی باسور (۲۶۵)

یعنی، آب زمزم سے غسل اور وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور کہا گیا کہ اس سے غسل کرنا مکروہ ہے نہ کہ وضو، مگر یہی چاہئے کہ آب زمزم کو ناپاک بدن پر استعمال نہ کرے، پہلے سے وضو ہو تو تجدید وضو آب زمزم سے کرلے اور اس کی مانند، مگر آب زمزم سے نجاست کو دور کرنا جیسا کہ استنجاء کرنا اور اس کی مثل اور کوئی کام کرنا تو وہ بعض کے نزدیک حرام ہے اور بعض دیگر کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آب زمزم کے ساتھ استنجاء کرلیا تھا تو اسے بواسیر کا مرض ہو گیا۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ وضو ہو تو اسے بطور تجدید وضو استعمال کرنا اسی طرح غسل ہو تو اسے بطور تجدید غسل استعمال کرنا جائز ہے جو کہ در حقیقت وضو اور غسل نہیں بلکہ آب زمزم سے برکت لینا ہے یعنی برکت کے لئے اور شفاء حاصل کرنے کے لئے سر پر ڈالنا یا سینے پر ڈالنا اسی طرح پورے بدن پر ڈالنا جائز ہے کہ آب زمزم بیماریوں سے شفاء ہے چنانچہ طبرانی کی حدیث ہے کہ

"زَمْزَمُ شِفَاءُ سَقَمٍ" (۲۶۶)

یعنی، زمزم بیماری سے شفاء ہے۔

اسی طرح کپڑا اگر پاک ہے تو اسے آب زمزم میں بھگو لینا بھی جائز ہے یہ بھی دھونا

۲۶۵ حیلۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم، فصل سیوم، مسئلہ در ذکر چاہ زمزم الخ، ص ۱۳۶

۲۶۶ حیلۃ القلوب، ص ۱۳۸

نہیں بلکہ برکت حاصل کرنا ہے کہ آب زمزم خود برکت والا پانی ہے پھر اسی پانی کو نبی ﷺ کے قلب اطہر کے غسل کا شرف حاصل ہے جیسے ایام رضاعت میں جیسا کہ "صحیح مسلم" کے کتاب الایمان (برقم ۲۶۱) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے، دوسری بار بعثت کے وقت اور شب معراج جیسا کہ "صحیح بخاری" کے کتاب الصلاۃ (باب کیف فرضت الصلوات الخ) میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور کتاب بدء الخلق (باب ذکر الملائکۃ) میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور ہے۔ اور اسی پانی سے بھرے ہوئے ایک ڈول سے نبی ﷺ نے کچھ پانی اپنے دہن مبارک میں لیا اور پھر آپ نے اُسے ڈول میں دوبارہ ڈال دیا اور ڈول کے پانی کو آب زمزم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ زمزم پر تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے ایک ڈول بھرا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا پھر اس میں کلی فرمائی تو ہم نے اُسے (یعنی کلی والا وہ مبارک پانی) زمزم (کے کنوئیں) میں گرا دیا۔ اور یہ حدیث "مسند احمد (۳۷۲/۱)" "اخبار مکہ للفاکہی (۵۵/۲) اور المعجم الکبیر للطبرانی" (۹۷/۱۱) میں مذکور ہے۔

اور کفن بھگونے سے غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ کفن متبرک ہو جائے، باقی رہا بھگونے کے بعد پانی تو اُسے کسی ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے بلکہ کسی پاک جگہ ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ کر خشک ہونے دیا جائے اور یہ تصور کہ آب زمزم ضائع ہوتا ہے تو یہ تصور درست نہیں کہ برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا گیا آب زمزم ضائع نہیں کہلاتا اور تبرکات کو کفن میں شامل کرنے کے بارے میں اہلسنّت کا وہی موقف ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مبارک عمل سے کہ آپ نے کفن کے لئے اپنا قمیص عنایت فرمایا اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فعل سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کی استعمال کردہ چادر میں دفن ہونے اور آپ ﷺ کے موئے مبارک اور ناخن مبارک کو کفن کے ساتھ رکھے جانے کی خواہش رکھتے تھے، اس طرح کے شواہد کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں، باقی رہا یہ سوچنا کہ پانی کم ہو جائے گا یا دوسروں کو نہیں ملے گا

یہ سوچ بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جب آنے اور لے جانے والے کم تھے تو اتنی مقدار میں آبِ زم زم نکلتا رہا کہ ان کی ضرورت پوری ہوتی رہی، پھر جیسے جیسے ضرورت بڑھتی گئی اس کی مقدار بھی بڑھتی گئی، آج صرف حج میں لوگوں کی تعداد ۲۵ سے ۳۵ لاکھ ہوتی ہے اور کبھی اس سے بھی تجاوز کر جاتی ہے، سب کے سب پیتے ہیں ساتھ لے جاتے ہیں، اس طرح مسجد نبوی شریف کے لئے بھی مستقل سپلائی ہوتا ہے اور وہاں سے بھی لوگ اپنے گھروں اور وطن لے جانے کے لئے بھرتے ہیں اور معتمرین کی تعداد سالانہ کتنی ہوگی، کبھی آبِ زم زم میں کمی آئی، ہرگز نہیں۔ اور نہ ہی کبھی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۴ ینایر ۲۰۰۷ م (346-F)

مسجد الحرام اور مسجد نبوی سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زم زم بھر کر باہر لانا شرعاً کیسا ہے؟ نیز مسجد نبوی شریف سے آبِ زم زم بھرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمه تعالى وتقدس الجواب: آبِ زم زم اپنے وطن لانا مستحب ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی (۲۶۷) اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۲۶۸) لکھتے ہیں:

وَ يُستحبُّ حملُه إلى البلاد

یعنی، آبِ زم زم کا اپنے شہروں کی طرف لے جانا مستحب ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

فإنه يجوز إخراجه من مكة (۲۶۹)

۲۶۷۔ لُباب المناسك، باب المتفرقات، فصل: و يستحبُّ الإكثار من شرب ماء زمزم

۲۶۸۔ رد المحتار على الدر المختار ۶۱/۴

۲۶۹۔ المسالك في المناسك ۸۷۱/۲

یعنی، آبِ زم زم کو مکہ سے لے جانا جائز ہے۔

اور ظاہر ہے کہ چشمۂ زم زم مسجد الحرام کے اندر ہے اور حضور ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں بھی اندر ہی تھا، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

مسجد در آن زمان ہمیں قدر بود کہ معروف است الآن بمطاف فقط (۲۷۰)

یعنی، مسجد اس زمانے میں اسی قدر تھی جو آپ (یعنی مخدوم علیہ الرحمہ کے زمانے میں) مطاف کے نام سے معروف ہے۔

اور اس وقت آبِ زم زم وہاں سے پیا جاتا اور باہر بھی لے جایا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَحْمِلُهُ" و قال أبو عيسى: هذا حديث حسن غريب (۲۷۱)

یعنی، آپ رضی اللہ عنہا آبِ زم زم لے جاتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ آبِ زم زم لے جایا کرتے تھے۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

"أَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُهُ وَ كَانَ يَصُبُّهُ عَلَى الْمَرْضَى وَ يَسْقِيهِمْ، (وَ أَنَّهُ حَنَّكَ بِهِ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ رضي الله عنهما") رواه البيهقي في "السنن الكبرى" ۵/ ۲۰۲، كتاب الحج، باب الرخصة في الخروج بماء زمزم)، و البخاري في "التاريخ الكبير" (۱۸۹/۳)، و ليس فيهما "أنه حنّك الحسن و الحسين رضي الله عنهما" و نقله على القاري في "شرح اللباب" (ص ۵۴۰) والشامي في "حاشيته على الدر"

۲۷۰۔ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل در بیان شرائط صحت طواف، ص ۱۱۶

۲۷۱۔ سُنن الترمذي، المجلد (۲)، كتاب (۷) الحج، باب (۱۱۵)، ص ۲۹۷، برقم ۹۶۳

(ص ۶۱/۴)

یعنی، آپ ﷺ آبِ زمزم لے جاتے تھے اور مریضوں پر ڈالا کرتے اور انہیں پلایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے اسی کو اپنے دہنِ اقدس میں لے کر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو گھٹی دی۔

اور ایک روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو بِمَكَّةَ أَنْ يَحْمِلَ إِلَى الْمَدِينَةِ رَاوِيَةً مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ (۲۷۲)

یعنی، نبی ﷺ نے حضرت سہیل بن عمر کو مکہ خط لکھا کہ وہ وہاں سے ایک بڑا مٹکا آبِ زمزم کا مدینہ طیبہ لے کر آئے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مسجد الحرام سے آبِ زمزم بھر کے لانا جائز ہے مگر اب چونکہ باہر بھی حکومت کی طرف سے آبِ زمزم بھرنے کا انتظام ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے مسجد الحرام کے اندر سے آبِ زمزم بھرنے پر پابندی ہے اور حکومتی کارندوں کا دروازوں پر آنے اور جانے والوں کے پاس خالی یا بھری ہوئی بوتلیں دیکھ کر انہیں ضبط کر لینا اور انہیں جھڑکنا، ڈانٹ ڈپٹ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مسجد الحرام سے آبِ زمزم بھرنا قانونی طور پر ممنوع ہے اس لئے مسجد کے اندر پانی نہیں بھرنا چاہئے اور مسجد نبوی شریف میں آبِ زمزم ان لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے جو مسجد میں آتے ہیں اور قانونی طور پر وہاں پینے کی اجازت ہے بھر کے لے جانے کی اجازت نہیں ہے، مسجد سے باہر باب جبریل کی سیدھ میں آگے بڑے نلکے لگائے گئے ہیں جہاں گھر لے جانے والوں کے آبِ زمزم بھرنے کی سہولت موجود ہے، لہٰذا وہاں سے بھرا جائے نہ کہ مسجد کے اندر سے کیونکہ وہ صرف زائرین اور نمازیوں کے لئے ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

(246-F)

۲۷۲۔ المسلك فی المناسك المتقسط (۲) فصل فی تراب الحرام و حجارته ص ۸۷۱

حرمِ مکہ سے کوئی چیز بطورِ تبرک اُٹھا کر لانا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ حدودِ حرم میں سے تبرک کے لئے پتھر یا خاک اٹھا کر لاتے ہیں کیا ان کا یہ فعل جائز ہے یا حرام؟ اور غلافِ کعبہ کا کوئی حصہ بطورِ تبرک لانا شرعاً کیسا ہے اور جو غلافِ کعبہ معظمہ پر چڑھا ہوا ہے کچھ لوگ اس کے دھاگے نکال لیتے ہیں اور کچھ تو اس سے کچھ حصہ کاٹ لیتے ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

(السائل محمد سلیم، موسیٰ لین، کراچی)

باسمہ تعالٰی و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے حرمِ مکہ سے کوئی پتھر یا خاک بطورِ تبرک لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ علامہ سراج الدین بن عثمان الاوشی متوفی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج الحجر و التراب من الحرم (۲۷۳)

یعنی، حرم سے پتھر اور مٹی نکال لانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لا بأس بإخراج التراب و الأحجار التی فی الحرم

یعنی، وہ مٹی اور پتھر جو حرم میں ہیں انہیں نکال لانے میں کوئی حرج نہیں۔

باقی رہا خاص بیت اللہ شریف تو اس کی خاک پاک سے قدرِ یسیر کو بعض نے جائز کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ قدرِ یسیر بھی ممنوع ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

و كذا فی تراب البیت المعظم إذا كان قدراً یسیراً للتبرك به بحیث لا تفوت به عمارة المكان، كذا فی "الظهیریة"، و صوّب ابن وهبان المنع عن تراب البیت لئلا یتسلّط علیه الجهال

۲۷۳۔ الفتاوی السراجیة، كتاب الحج، باب المتفرقات، ص ۳۶

فیفضی إلی خراب البیت و العیاذ باللہ تعالیٰ، لأن القلیل من الکثیر کثیر، کذا فی "معین المفتی" للمصنّف (۲۷٤)

یعنی، اور اسی طرح بیت اللہ شریف کی خاک پاک جب کہ بہت تھوڑی ہو تبرک کے لئے لائے اس طرح کہ عمارت کو نقصان نہ ہو۔ اسی طرح "ظہیریہ" میں ہے اور ابن وہبان نے بیت اللہ شریف کی خاک پاک کو اٹھانے سے منع کو حق قرار دیا ہے تاکہ جاہل لوگ اس پر مسلط نہ ہو جائیں، پھر معاذ اللہ ان کا فعل بیت اللہ کے خراب تک پہنچ جائے، کیونکہ کثیر سے قلیل بھی کثیر ہوتا ہے، اسی طرح مصنّف کی "معین المفتی" میں ہے۔

غلافِ کعبہ معظّمہ کے بارے میں صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:

غلافِ کعبہ معظّمہ جو سال بھر بعد بدلا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقراء پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کو اُن فقراء سے خرید سکتے ہیں اور جو غلاف چڑھا ہوا ہے اس سے لینا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی ٹکڑا جدا ہو کر گر پڑے تو اُسے بھی نہ لے اور لے تو کسی فقیر کو دے دے۔

اور کعبہ معظّمہ کی خوشبو کے بارے میں لکھتے ہیں:

کعبہ معظّمہ میں خوشبو لگی ہو اُسے بھی لینا جائز نہیں اور لی تو واپس کر دے اور خواہش ہو تو اپنے پاس سے خوشبو لے جا کر مس کر لائے۔(۲۷۵)

جب چڑھے ہوئے غلاف کا کوئی ٹکڑا گر جائے تو اُسے لینا بھی ممنوع ہے تو چڑھے ہوئے غلاف کا دھاگا نکالنا یا اس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے بلکہ اشد حرام

۲۷٤۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (٤)، کتاب الحج، باب الهدی، مطلب فی کراهة الاستصحاب بمدر حرم، ص ٦١

۲۷۵۔ بہارِ شریعت، حصہ ششم، حرمین شریفین کے تبرکات، ص ۹۰۔۹۱

اور سخت گناہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۸ شوال المکرم ۱٤۲۷ھ، ۱ نوفمبر ۲۰۰٦م (230-F)

بئرِ طویٰ سے نبی ﷺ کے غسل فرمانے کا ثبوت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں طویٰ نام کا ایک کنواں ہے سُنا ہے کہ اس سے نبی ﷺ نے غسل فرمایا کیا یہ بات حدیث شریف سے ثابت ہے؟۔

(السائل: غلام علی جت، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں کہ

عن نافع قال: کان ابن عمر رضی اللہ عنهما إذا دخل أدنی الحرم أمسک عن التلبیة ثم یبیت بذی طوی، ثم یصلّی به الصبح و یغتسل، و یحدث أن النبی ﷺ کان یفعل ذلک (۲۷٦)

یعنی، حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نصف حرم تک آ جاتے تو تلبیہ کو روک دیتے پھر ذی طویٰ میں رات گزارتے پھر صبح کی نماز ادا کرتے اور غسل فرماتے اور بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" کے کتاب الحج، باب استحباب المبیت بذی طوی (رقم الحدیث: ۲۲٦-۱۲۵۹) میں روایت کیا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

۲۷٦۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب (۳۸) الاغتسال عند دخول مکة

وإن النبي ﷺ اغتسل به و دخل مكة (۲۷۷)

یعنی، نبی ﷺ نے اس (کنوئیں) سے غسل فرمایا اور مکہ تشریف لائے۔

اسی طرح ڈاکٹر الیاس عبدالغنی نے تاریخ مکہ (ص ۱۵۷) میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کنوئیں کے پانی سے غسل فرمایا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، اور یہ کنواں محلہ جرول مکہ مکرمہ سے جاتے وقت شارع جبل الکعبہ کے دائیں طرف مستشفیٰ ولادہ کے سامنے نو تعمیر جفری بلڈنگ کے پیچھے واقع ہے اس کے آگے درخت ہیں اور اس پر ایک کمرہ بنا دیا گیا ہے، اب بھی موجود ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ٦ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٦ ديسمبر ٢٠٠٦ م (332-F)

سرزمینِ حرم میں سر سے جوئیں نکالنا

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک اسلامی بہن کو سر میں جوؤں کی وجہ سے خارش ہوتی ہے جس سے حالت احرام میں مشکل ہو جائے گی کہ بار بار کھجانا ہو گا جس سے بال ٹوٹیں گے تو کیا احرام حج سے قبل وہ جوئیں نکال سکتی ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک اسلامی بہن، لبیک حج گروپ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں اس خاتون کے لئے جائز ہے کہ وہ احرام حج سے قبل سرزمین مکہ پر ہی اپنے سر سے جوئیں نکلوائے، کیونکہ سرزمین حرم میں بغیر حالتِ احرام کے جوؤں کو مارنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے تو اس حالت میں جوئیں نکالنا بطریق اَولیٰ جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ احرام باندھنے کے بعد بار بار سر کھجانے سے بالوں کے ٹوٹنے کا احتمال نہ رہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی

۲۷۷ المسالك فی المناسك ۱/ ۳۷٤

۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

باک نیست بکشتن شپش در حرم چون کشند مُحرِم نباشد (۲۷۸)

یعنی، حرم میں جوئیں مارنے میں کوئی حرج نہیں، جب مارنے والا مُحرِم نہ ہو۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لا شيء على الحلال بقتلها في الحرم (۲۷۹)

یعنی، غیر مُحرِم حرم میں جوں کو مارے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ ديسمبر ٢٠٠٦ م (320-F)

حدودِ حرم میں جوئیں مارنے کا حکم

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے غیر حالت احرام میں جوئیں ماریں جب کہ وہ حدود حرم میں ہیں اب شرع مطہرہ میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مذکورہ خاتون پر کچھ بھی لازم نہ ہو گا کیونکہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ حدودِ حرم میں جوں مارنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ مارنے والا حالتِ احرام میں نہ ہو جیسا کہ "حياة القلوب" (۲۸۰) میں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لا شيء على الحلال بقتلها في الحرم (۲۸۱)

۲۷۸ حياة القلوب في زيارة المحبوب، باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۷۹ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، فصل فی قتل القمل، ص ٤١٧

۲۸۰ حياة القلوب في زيارة المحبوب باب سيزدهم در بعضے مسائل متفرقہ فصل دهم، ص ۲۸٦

۲۸۱ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل في قتل القمل

یعنی، غیر محرم کو حرم میں جوؤں کو مارنے پر کچھ لازم نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں۔

و كذا لو قتل المحرم قملة في غير بدنه بأن كانت على الأرض أو نحوها فلا شيء عليه(۲۸۲)

یعنی، اسی طرح اگر محرم نے اپنے بدن کے علاوہ کسی اور جگہ سے جوؤں کو مارا جیسے زمین پر یا اس کی مثل (کسی اور چیز) پر تو اس پر کچھ نہیں۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (323-F)

بڑھاپے میں کمزور مثانے والے کا مسجد حرام میں جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون کے مسجد الحرام میں بوڑھاپے کی وجہ سے پیشاب کے چند قطرے نکل گئے جس سے اس کے کپڑے ناپاک ہوگئے اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟

(السائل: ایک خاتون از لبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جب ایسا واقعہ پیش آئے تو اُسے چاہئے کہ فوراً مسجد سے باہر آکر بدن اور کپڑے جتنے ناپاک ہوئے ہیں دھو ڈالیں اور آئندہ پیشاب کر کے جائیں اور وہاں زیادہ دیر نہ رکیں صرف طواف کی غرض سے جائیں، اور ایسے اوقات میں جائیں جن میں وہاں لوگوں کا ازدحام کم ہوتا ہے جیسے کہ رات کے وقت، اور طواف کر لیں تو واپس آجائیں، ویسے بھی عورت کے حق میں فرض نماز اور سُنن و نوافل اپنی اقامت گاہ میں پڑھنا افضل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں صراحتہً مذکور ہے، اور یہی حکم ہے قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و درود کا بھی، یہاں پر ہر آنے والا یہی چاہتا ہے کہ مجھے زیادہ

۲۸۲۔ المسلك المتقسّط إلى المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل في قتل القمل، ص ٤١٧

سے زیادہ ثواب ملے اور ثواب کی کمی و زیادتی اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے، اور منشاء رسالت یہی ہے کہ عورتیں نمازیں گھروں میں پڑھیں اور اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ اور پھر ایسے معذور کو مسجد میں جانا جائز نہیں، جس سے مسجد کا تقدس بحال نہ رہ سکے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے بچوں اور پاگلوں کو مسجدوں سے دُور رکھنے کا حکم فرمایا تاکہ مسجدوں کا تقدس پامال نہ ہو، لہٰذا مذکورہ خاتون پر لازم ہے کہ وہ سوائے طواف کرنے کے لئے ہرگز مسجد میں نہ جائے، طواف کے لئے بھی جب جائے تو پہلے سے پٹی کا استعمال کر دے اور جانے سے قبل پیشاب کر لے تاکہ دورانِ طواف یہ نوبت نہ آئے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ٤ ذوالحجة ١٤٢٧ھ، ٢٤ دیسمبر ٢٠٠٦ م (322-F)

پٹی لگے بچے کا دورانِ طواف پیشاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میاں بیوی طواف کر رہے تھے ان کے ساتھ ان کا چھوٹا بچہ تھا جسے انہوں نے پٹی (Pemper) لگا دی تھی کہ مسجد میں گندگی نہ ہو، دورانِ طواف بچے نے پیشاب کر دیا جو کہ پٹی کے اندر ہی رہا باہر نہ آیا، اب اس صورت میں بچے کو اٹھانے والے پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں اور اس کا طواف صحیح ہوگا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد بچے کو اٹھانے والے کی مثال نجاست اٹھانے والے کی سی ہے اور جب طواف کرنے والے کے اپنے کپڑے نجس ہوں اور وہ اسی حالت میں طواف کر لے تو

۲۸۳۔ انوار البشارة، فصل ششم: محرم اور ان کے کفیل، ص ۷۰

اس کا فعل مکروہ ہوتا ہے مگر اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ امام اہلسنت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

نجس کپڑوں سے طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں۔(۲۸۳)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاوی ھندیہ" سے نقل کرتے ہیں:

نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے، کفارہ نہیں (۲۸۴)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ اور کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ناسمجھ بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نہ لے جایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

"جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ" الخ

یعنی، اپنے بچوں سے اپنی مسجدوں کو بچاؤ۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۱٦ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٥ ینایر ۲۰۰۷م (347-F)

حج یا عمرہ کے بعد احرام کی چادروں کو پھینک دینا اسراف ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی چادرں کا کیا کرنا ہوگا؟ بعض لوگ مکہ میں ہی اور بعض منیٰ میں ہی پھینک دیتے ہیں، ان کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ اور وہ احرام جسے حاجی ساتھ لایا مگر استعمال نہ کیا اسے کیا کرے؟

(السائل: نور بیگ، از لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: احرام کی چادریں استعمال کے بعد بھی اس قابل ہوتی ہیں کہ ان کو متعدد بار بطور احرام استعمال کیا جا سکتا ہے یا کسی اور کام میں

۲۸٤ بہار شریعت، جلد(۱)، ۶، حرم اور ان کے کفارے، طواف کی غلطیاں، ص ۵۰۴

۲۸۵ الاعراف: ۳۱/۷

لایا جا سکتا ہے یعنی وہ قیمتی مال ہوتا ہے جسے پھینک دینا شرعاً ممنوع ہے کہ یہ اسراف ہے اور قرآن کریم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے اور اسراف کرنے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ الآیہ (۲۸۵)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔(کنز الایمان)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ حرمین شریفین جانے والے واپسی پر اپنے ساتھ تبرکاً جو چیزیں اپنے ساتھ لاتے ہیں اور انہیں خود رکھتے ہیں یا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دیتے ہیں ان میں کافی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو وہاں کی بنی ہوئی نہیں ہوتیں محض اس پاک سرزمین سے ہو کر آنے سے ہم اسے متبرک سمجھتے ہیں تو کیا یہ احرام کی چادریں اس پاک سرزمین پر نہیں پہنچیں یہ متبرک نہیں ہوئیں اگر وہ استعمال کی گئی ہیں تو ان چادروں نے مطاف کو مس کیا ہوگا، کعبۃ اللہ کی دیواروں کو چھوا ہوگا، عرفات کی پاک سرزمین کو لگی ہوں گی یہ تو بطریق اولیٰ متبرک ہوئیں پھر ان کو پھینک دینے کا کیا مطلب؟ حاجیوں کو چاہئے کہ اس تبرک کو اپنے ساتھ لے جائیں آبِ زم زم میں بھگو لیں، مدینہ شریف گھما لائیں، پھر خود رکھیں کہ کفن کے لئے کام آئیں یا کسی اور کو دیں تو وہ بھی خوشی خوشی اس عظیم تحفے کو قبول کرے گا۔

اور نئے احرام کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ قیمتی مال ہے اُسے پھینک دینا اسراف ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

واللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱٥ ذوالحجۃ ۱٤۲۷ھ، ٤ ینایر ۲۰۰۷م (345-F)

جمعہ کے روز حج کی فضیلت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ الحمد للہ اس سال حج جمعۃ المبارک کے دن ہے اور لوگ اسے حج اکبر کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے یہ ایک حج ثواب میں ستر حج کے برابر ہے اور سنا ہے کہ یہاں کے مطوِّف کہتے ہیں حج جمعہ کے روز ہو یا کسی اور روز اس میں کوئی فرق نہیں اور ہمارے ایک مُفتی ہیں ان کی تحریر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے جو حج قبول ہو جائے وہی حج اکبر ہے اور عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں اور انہوں نے ایک شعر سے بھی اس پر استدلال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ فقہ حنفی کی روشنی میں اس مسئلہ کو دلائل سے واضح کریں تاکہ تذبذب دور ہو اور مسئلہ واضح ہو۔

(السائل: محمد سہیل قادری، محلہ حارۃ الباب شبیکہ، مکۃ المکرمہ)

باسمہ تعالٰی وتقدس الجواب: حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج ان ستر حج سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں''۔ اور یہ حدیث "تجرید الصحاح" "تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق" "مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" اور "حياة القلوب في زيارة المحبوب" میں موجود ہے۔

اور علامہ محقق حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ جو اپنے زمانے کے بڑے فقیہ تھے ان کی عبارت یہ ہے:

و أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة رواه صاحب معراج الدراية بقوله: و قد صحّ عن رسول الله ﷺ أنه قال: "أفضلُ الأيّامِ يومُ عرفةَ إذا وافقَ جُمُعَةً وَهُوَ أفضلُ مِنْ سَبْعِينَ حَجَّةً" ذكره في

"تجريد الصحاح" بعلامة الموطا و كذا قاله الزيلعي شارح الكنز (۲۸۶)

یعنی، تمام دنوں میں افضل دن عرفہ کا دن ہے جب وہ جمعہ کے موافق ہو اور وہ اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے علاوہ کسی اور دن میں ہوں، اسے صاحب معراج الدرایہ نے اپنے اس قول کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جب جمعہ کا دن یوم عرفہ کے موافق ہو جائے تو اس روز کا حج اُن ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں'' اسے "تجرید الصحاح" میں مؤطا کی علامت سے ذکر کیا اور اسی طرح شارح کنز زیلعی نے فرمایا۔

اور "مراقی الفلاح" کے محقق بشار بکری عرابی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے "فتح الباری" (۲۷۱/۸) میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اس حج کی فضیلت اور اسے حج اکبر کہنے کے جواز پر علامہ ملا علی القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے ایک مستقل رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ (۲۸۷)

پس ہمارے لئے مندرجہ بالا سطور میں مذکور حدیث اور حنفی فقہاء کی کتب میں اس حدیث کا منقول ہونا اس حج کی فضیلت اور فضائل میں حدیث کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے اور اس حج کو ''حج اکبر'' کہنے کے لئے ملا علی القاری جو کہ بیک وقت ایک عظیم مُحدّث،

۲۸۶۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الحج، فصل فی العمرۃ، ص ۴۲۶

۲۸۷ جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کا شعبہ نشر و اشاعت اِن شاء اللہ عنقریب ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ کے اس موضوع پر تحریر کردہ رسالہ "الحظ الأوفر في الحج الأكبر" بمع اردو ترجمہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ مرتب

بڑے فقیہ اور مناسکِ حج کے ماہر تھے ان کی تصریح بلکہ اس کے لئے ان کی ایک مستقل تحریر کافی ہے، اگرچہ بعض نے اسے "حج اکبر" کہنے کے بارے میں اختلاف بھی کیا ہے مگر وہ بھی اس روز مطلق حج ہے اور یہ حج اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں ہے۔

بہر حال ہم حنفی ہیں ہمارے لئے فقہ حنفی میں اس مسئلہ کی جستجو لازم ہے، ہمارے فقہاء جو لکھیں وہی ہمارے لئے معتبر ہے، وہی مستند ہے، ان کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف توجہ کی ہمیں ہرگز حاجت نہیں تو فقہ حنفی کی کتب میں اس بات پر ہرگز کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جمعہ کے دن وقوفِ عرفات دوسرے دن کے وقوف سے افضل ہے، پھر اس فضیلت کی متعدد وجوہ فقہاء کرام نے بیان کی ہیں۔ اور حنفی مناسک کی ایک مشہور و مستند کتاب "حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب" ہے جسے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے ۱۱۳۵ھ نے تحریر فرمایا، مصنف کا اپنا مقام فقہ حنفی میں مسلّم ہے اور آپ اپنے زمانہ اور اس کے بعد عرب و عجم خصوصاً بلادِ حرمین شریفین میں معروف رہے اور سندھ و بلوچستان کے اکثر علماء کے مابین قدیم سے آپ کا نام بطور سند لیا جاتا رہا چنانچہ انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے آپ کے فائدے کے لئے اسے تحریر کر دیتا ہوں، لکھتے ہیں:

مر وقوفِ عرفات را کہ واقع آید در روزِ جمعہ فضیلت زائد است بر وقوف در سائر ایام از وجوہ کثیرہ زیرا نکہ ہست در وے موافقت پیغمبر خدا ﷺ چہ وقوف اُو در حجۃ الوداع در روزِ جمعہ بود بلا خلاف، و مجتمع میشوند در وے دو روز کہ آنہا افضل الایام اند، و حاصل می گردد مر اعمال را شرف بشرف امکنہ و ازمنہ و موجود میشود در وے ساعتِ جمعہ کہ مستجاب گردد دعاء در وے، و بسبب کثرت اجتماع مومناں در وے، و بواسطہ اجتماع دو عبادات اعنی نماز جمعہ و وقوف در وے، و نیز موافق می شود ایں روز بروزیکہ کامل نمود حق سبحانہ تعالیٰ دروے دین خود را چنانزل گشت بر پیغمبر

خدا ﷺ در عرفات روز حجۃ الوداع کہ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ الآیۃ، و واقع شدہ است در روایتے کہ چون موافق گردد روزِ عرفہ بروزِ جمعہ مغفرت نماید حق سبحانہ تعالیٰ مر جمیع اہلِ وقوف را۔ سوال: اگر گفتہ شود کہ وارد شدہ است مغفرت در حق جمیع اہلِ موقف مطلقاً پس تخصیص آن بروزِ جمعہ بسبب چہ باشد۔ جواب: گفتہ شود کہ بعضے علماء گفتہ اند کہ بسبب آنکہ مغفرت نماید ایشان را خدائے تعالیٰ در وقوف در روزِ جمعہ بغیر واسطہ و در غیر او بخشد بعضے را از ایشان ببعضے دیگر، و بعضے علماء گفتہ اند کہ مغفرت کردہ شود در وقوف غیر روزِ جمعہ مر حجاج را فقط واللہ تعالیٰ اعلم و روایت کردہ است رزین در کتاب خود مسمّٰی بہ "تجرید الصحاح" از حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ گفت فرمود پیغمبر خدا ﷺ کہ چون موافق گردد روزِ جمعہ بروزِ عرفہ پس حج آن روز افضل باشد از ہفتاد حج در غیر جمعہ کذا ذکرہ الزیلعی فی شرح الکنز، و لیکن محدثین را در ثبوت ایں حدیث مقال است، و شیخ عبد الحق دہلوی در "شرح سفر السعادۃ" گفتہ کہ آنچہ عامہ مردم ایں روز را "حج اکبر" گویند چیزے نیست ﴿وَیَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ﴾ کہ در قرآن واقع شدہ مراد بآن حج است قطعاً در مقابلہ حج اصغر کہ آن عمرہ است، و باوجود آن در فضل و شرف حج روزِ جمعہ شبہ نیست قطعاً از جہت شرف زمان و مکان و موافقت حج پیغمبر خدا ﷺ اھ، و ملا علی قاری افادہ نمودہ است حج اکبر را بر وقوف روز جمعہ و تالیف نمودہ است در وے رسالہ را کہ نام نہادہ است او را "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" واللہ الموفق و المعین (۲۸۸)

۲۸۸ حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، باب سیزدہم در بعضے مسائل متفرقہ، فصل در بعض مسائل متفرقہ، مسئلہ وقوف عرفہ بروز جمعہ ص ۲۹۳، ۲۹۴

یعنی، جمعہ کے روز وقوفِ عرفات دوسرے دن کے وقوف سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں کیونکہ اس میں (حجۃ الوداع میں) رسول اللہ ﷺ کے وقوف کے ساتھ موافقت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کا حجۃ الوداع میں وقوف بلا خلاف جمعہ کے روز تھا۔ اور (یہ کہ) اس روز دو روز جمع ہوتے ہیں جو کہ افضل الأیام (تمام دنوں میں افضل) ہیں اور اعمال کو زمانہ اور مکان کے شرف کے ساتھ شرف حاصل ہو جاتا ہے، اور اس میں جمعہ کی وہ ساعت موجود ہوتی ہے جس میں دُعاء مستجاب (مقبول) ہوتی ہے، اور (ایک فضیلت) اس روز مسلمانوں کا کثیر اجتماع کے سبب سے ہے۔ اور (ایک فضیلت) اس روز دو عبادتوں یعنی نمازِ جمعہ اور وقوفِ عرفات کے اجتماع کے واسطے سے ہے، نیز اس دن کو اس دن سے موافقت ہوتی ہے جس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی کہ عرفات میں حجۃ الوداع کے روز آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ﴾ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب یومِ عرفہ یومِ جمعہ کے موافق ہو (یعنی روزِ عرفہ کو جمعہ ہو) تو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ موقف کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

سوال: اگر یہاں یہ کہا جائے کہ اہلِ موقف کی مغفرت کی روایت تو مطلق ہے پھر اس کو جمعہ کے ساتھ مختص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب: کہا جائے گا کہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں اس سبب سے کہ بروزِ جمعہ وقوف کے دن اللہ تعالیٰ یہ مغفرت ہر ایک کے لئے بلاواسطہ فرماتا ہے اور جمعہ کے علاوہ وقوف کے روز یہ مغفرت بالواسطہ ہوتی ہے کہ بعض کی مغفرت

بعض دیگر کے واسطے ہوتی ہے۔ اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں جمعہ کے روز وقوف کے دن حجاج اور غیر حجاج سب کی مغفرت ہوتی ہے، جمعہ کے روز کے علاوہ دن وقوف میں صرف حجاج کی مغفرت ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اور کتاب "التجرید الصحاح" میں حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ کا روز عرفہ کے دن کے موافق ہو جائے (یعنی جمعہ کو ۹ ذوالحجہ ہو) پس اس روز کا حج دوسرے دن کے حج سے ستر گنا افضل ہے۔ اسی طرح (علامہ عثمان بن علی) زیلعی نے "تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق" میں ذکر کیا ہے، لیکن محدّثین کو اس حدیث کے ثبوت میں تأمل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "شرح سفر السعادة" میں فرمایا کہ عام لوگ جو اس دن کے حج کو "حج اکبر" کہتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور قرآن کریم میں جو ﴿یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ﴾ کے کلمات آئے ہیں اس سے مطلق حج مراد ہے جو حجِ اصغر یعنی عمرہ کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ اس کے باوجود جمعہ کے دن حج کے شرف و فضیلت میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے شرفِ زمانہ اور شرفِ مکان کی جہت سے اور رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی جہت سے۔

اور ملا علی قاری نے جمعہ کے روز حج کے "حج اکبر" ہونے کا افادہ کیا ہے اور اس پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس رسالہ کا نام "الحظ الأوفر فی الحج الأکبر" (یعنی حج اکبر میں ثواب کا وافر حصہ) رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمانے والا اور بہترین مددگار

ہے۔ (ترجمہ مکمل ہوا)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن میں ہو تو اس میں بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ "حج اکبر" کہتے ہیں۔(۲۸۹)

لہٰذا ثابت ہوا معتمد و مستند فقہاء و علماء نے اس حج کو "حج اکبر" بھی کہا ہے اور بعض نے اگر اس سے اختلاف کیا مگر اس حج کے دوسرے دن میں حج سے افضل ہونے کے وہ بھی قائل ہیں۔ اب بھی اگر کوئی اس دن کے حج کی فضیلت کا انکار کرے تو اس کا انکار ہرگز بلا دلیل ہوگا جس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور پھر عمرہ کو اگر ایک جگہ "حج اصغر" اور حج کو "حج اکبر" کہا گیا ہے تو قرآن و حدیث میں سینکڑوں مقامات پر عمرہ کو عمرہ اور حج کو حج بھی کہا گیا ہے جیسے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی عمرہ اور حج کا ذکر ہے وہاں عمرہ کے لئے عمرہ کا اور حج کے حج کا کلمہ استعمال کیا گیا ہے یہی حال حدیث شریف کا بھی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اَلعُمْرَۃُ فِی رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّۃً رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے اور رہی یہ بات کہ جو حج مقبول ہو جائے وہی "حج اکبر" ہے یہ بات "حج اکبر" (یعنی جمعہ کے روز حج کے دن واقع ہونے) کے افضل ہونے کی نفی نہیں کرتی، یہ اسی طرح ہے نہ کہا جائے جو نماز اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہو جائے وہ نماز کعبۃ اللہ میں پڑھی گئی نماز سے افضل ہے اور جو حج مقبول نہ ہو اگرچہ جمعہ کے روز کا حج ہی کیوں نہ ہو اس سے وہ حج افضل ہے جو جمعہ کے روز تو نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا۔ اور پھر اشعار جو فقہی احکام بیان کرنے کے لئے نہ کہے گئے ہوں ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہوتا اور وہ کسی فقہی حکم کے لئے دلیل نہیں ہوتے، غیر فقہی اشعار میں اس قسم کے تذکرے سے شاعر کی مراد مسلمانوں کی اصلاح ہوتی ہے کہ وہ اپنی عبادات کو خالص اللہ کے لئے ادا کریں اور ان کو ان کے آداب

۲۸۹۔ بہارِ شریعت، حج کی سنت کا بیان، ص ۱۳۵

کے ساتھ بجا لائیں۔ اور محظورات کے ارتکاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید رکھیں وغیرہا۔(۲۹۰)

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۲۹ ذی القعدۃ ۱٤۲۷ھ، ۱۹ دیسمبر ۲۰۰٦م (309-F)

۲۹۰۔ ہم نے دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) سے حج و عمرہ کے مقدس سفر کے بارے میں جاری ہونے والے فتاویٰ کو علیحدہ کر کے ان میں سے جن کی اشاعت کو ہم نے ضروری سمجھا انہیں اس مجموعہ میں شامل کیا جسے تین حصوں میں مفت اشاعت میں ممبران کے لئے شائع کیا جا رہا ہے اور عوام قارئین کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت اور دار الاسلام کے باہمی اشتراک سے تینوں حصے ایک ہی جلد میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کر رہے ہیں تا کہ کتب خانوں پر بھی دستیاب ہو سکے اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا جیسے جیسے اس موضوع پر فتاویٰ جمع ہوتے رہیں گے دیگر حصص شائع ہوتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو علماء و عوام کے لئے نافع بنائے آمین۔ محمد عطاء اللہ نعیمی مرتب

مآخذ ومراجع

1۔ اثارة الترغيب و التشويق ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

2۔ الآحاد و المثاني ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ ٢٠٠٣م

3۔ الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ ١٩٩٧م

4۔ أخبار مكة للأزرقي ـ مكتبة الثقافية مكة المكرمة الطبعة العاشر ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

5۔ أخبار مكة للفاكهي ـ مكتبة النهضة الحديثة مكة المكرمة

6۔ إرشاد الساري شرح صحيح البخاري ـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ٢٠٠٠م

7۔ إرشاد الساري في مناسك الملا على قاري ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

8۔ أسد الغابة في معرفة الصحابة ـ دار الفكر بيروت، ١٤٢٣هـ ٢٠٠٣م

9۔ الإصابة في تمييز الصحابة ـ دار الفكر، بيروت، ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

10۔ إمداد الفتاح دار احياء التراث العربي ـ بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ ٢٠٠١م

11۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق ـ ایچ ایم سعید کمپنی، کراتشی

12۔ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م

13۔ البداية و النهاية لابن كثير ـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤١٩هـ ١٩٩٨م

14۔ البناية في شرح الهداية ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

15۔ بہار شریعت ـ مکتبہ إسلامیہ لاہور

16۔ التاريخ الكبير للبخاري ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ ٢٠٠١م

17۔ تاريخ مكة مكرمة ـ مكتبة الملك الفهد الوطنية الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

18۔ تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م

19۔ التجنيس و المزيد ـ إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي، الطبعة الأولى ١٤٢٤هـ ٢٠٠٤م

20۔ تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار ـ دار بلنسية للنشر و التوزيع، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ١٩٩٩م

21۔ تحفة الفقهاء ـ دار الفكر، بيروت، ١٤٢٢هـ ٢٠٠٢م

22۔ التصحيح و الترجيح على مختصر القدوري ـ دار الكتب العلمية، بيروت

23۔ تنوير الأبصار مع شرحه للحصكفي ـ دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ ١٩٧٩م

24۔ التيسير في الفقه الحنفي من شرح تنوير الأبصار ورد المحتار على الدر المختار ـ دار الكلم الطيب، دمشق، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ ٢٠٠٢م

25۔ الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري ـ مير محمد كتب خانه، كراتشي

26۔ حاشية حياة القلوب في زيارة المحبوب ـ إدارة المعارف، كراتشي ١٣٩١هـ

27۔ حاشية السندي على السنن للنسائي ـ دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ ١٩٩٥م

28۔ حاشية الشلبي على التبيين ـ دار المعرفة بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٣هـ ١٩٧٩م

29۔ حاشية الطحطاوي على الدر المختار ـ دار المعرفة بيروت ١٣٩٥هـ ١٩٧٥م

30۔ حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ـ دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ ١٩٩٧م

31۔ حاشية مجمع البحرين ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ ٢٠٠٥م

32۔ الحاوي في بيان آثار الطحاوي ـ دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ ١٩٩٩م

33۔ الحج، مصنّفه العلامة محمد سليمان أشرف ـ قطب مدينة پبلشرز، كراتشي

34۔ حياة القلوب في زيارة المحبوب ـ مطبوعة: إدارة المعارف، كراتشي ١٣٩١هـ

35۔ خزانة المفتين ـ مخطوط مصوّر

36۔ خلاصة الفتاوى ـ المكتبة الرشيديه كوئٹه

37۔ الدرایة فی تخریج أحادیث الهدایة مع الهدایة۔ مکتبة شرکة علمیة ملتان
38۔ الدرر الحکام۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة ۱۳۲۹ھ
39۔ الدر المختار۔ دار الفکر بیروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹م
40۔ الدر المنتقیٰ شرح الملتقیٰ علی هامش المجمع۔ دار الطباعة العامرة مصر
41۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانية ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹م
42۔ رسالہ امام حرم اور ہم۔ مکتبہ اویسیہ بہاولپور
43۔ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق۔ المکتبة النوریة سکھر، الطبعة الأولی ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۲م
44۔ سنن أبی داؤد۔ دار ابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷م
45۔ سنن ابن ماجة۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م
46۔ سنن الترمذی۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱م
47۔ سنن الدار قطنی۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۶م
48۔ السنن الکبریٰ للبیهقی۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۰ھ ۱۹۹۹م
49۔ سنن الکبریٰ للنسائی۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱م
50۔ سنن النسائی۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵م
51۔ شرح سنن ابن ماجة للمغلطائی۔ مکتبة نزار مصطفی الباز، مکة المکرمة الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۹م
52۔ شرح معانی الآثار۔ عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴م
53۔ شفاء الغرام بأخبار بلد الحرام۔ دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵م
54۔ صحیح البخاری۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م
55۔ صحیح المسلم۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱م
56۔ صغیری شرح منیة المصلّی۔ میر محمد کتب خانہ کراتشی
57۔ طلبة الطلبة فی اصطلاحات الفقهیة۔ قدیمی کتب خانہ کراتشی
58۔ عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة۔ مکتبة إمدادیة ملتان
59۔ العنایة فی شرح الهدایة مع فتح القدیر۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت

60۔ عون المعبود شرح سنن أبی داؤد۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م
61۔ غرر الأحکام مع شرحه للمصنّف۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة ۱۳۲۹ھ
62۔ غنیة ذوی الأحکام فی بغیة درر الحکام۔ مطبعة أحمد کامل الکائنة فی دار السعادة، مصر
63۔ غنیة المستملی شرح منیة المصلّی۔ سہیل اکیڈمی، لاہور
64۔ غنیة الناسک فی بغیة المناسک۔ إدارة القرآن و العلوم الإسلامیة، کراتشی، الطبعة الأولی ۱۴۱۷ھ
65۔ الفتاویٰ التاتارخانیة دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴م
66۔ فتاویٰ ذخیرہ علی فتاویٰ قاضیخان۔ مخطوط مصوّر
67۔ الفتاویٰ الرضویہ۔ مکتبہ رضویہ، کراتشی
68۔ الفتاویٰ السراجیة۔ میر محمد کتب خانہ، کراتشی
69۔ فتاویٰ العلامة محمد سنبل المکی علی هامش قرة العین بفتاویٰ علماء الحرمین۔ مکتبة القدس، کوئٹة
70۔ فتاویٰ قاضیخان علی هامش الفتاویٰ الهندیة۔ دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳م
71۔ فتاویٰ واحدی۔ مطبع گیلانی الیکٹرک لاہور ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷م
72۔ الفتاویٰ الولوالجیة۔ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳م
73۔ الفتاویٰ الهندیة۔ دار المعرفة بیروت، الطبعة الثالثة ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳م
74۔ فتاویٰ یورپ۔ شبیر برادرز، لاہور
75۔ فتح باب العنایة فی شرح کتاب النقایة۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۵م
76۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م
77۔ فتح الرحمانی۔ المکتبة القدس، کوئٹة

78ـ فتح القدیر ـ دار إحیاء التراث العربی، بیروت

79ـ الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ـ دار القلم، دمشق، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

80ـ الفوائد السنیة فی المسائل المدینة ـ مخطوط مصوّر

81ـ فیوض الباری شرح صحیح البخاری ـ علامه ابو البرکات اکادمی، لاهور

82ـ الکافی شرح الوافی للنسفی ـ مخطوط مصوّر

83ـ کتاب الإختیار لتعلیل المختار ـ دار المعرفة بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣ھـ ٢٠٠٢م

84ـ کتاب الأصل المسمّی بالمبسوط ـ عالم الکتب بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٠ھـ ١٩٩٠م

85ـ کتاب الثقات لابن حبان ـ موسسة الکتب الثقافیة حیدر آباد دکن، الطبعة الأولی ١٣٩٩ھـ ١٩٧٩م

86ـ کتاب الجرح و التعدیل ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھـ ٢٠٠٢م

87ـ کتاب ناسخ الحدیث و منسوخه ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھـ ١٩٩١م

88ـ الکفایة شرح الهدایة مع الفتح القدیر ـ دار احیاء التراث العربی، بیروت

89ـ کنز الایمان فی ترجمة القرآن ـ المکتبة الرضویة، کراتشی

90ـ کنز البیان فی مختصر توفیق الرحمٰن علی هامش رمز الحقائق ـ المکتبة النوریة سکهر، الطبعة الأولی ١٤٠٣ھـ ١٩٨٢م

91ـ کنز الدقائق مع النهر الفائق، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھـ ٢٠٠٢م

92ـ اللباب شرح الکتاب علی هامش مختصر القدوری، میر محمد کتب خانه کراتشی

93ـ لباب المناسك مع شرحه لملا علی قاری ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٥م

94ـ المبسوط للسرخسی ـ دار الفکر بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھـ ٢٠٠٠م

95ـ المثانة فی المرمة عن المخرقة ـ المجلة لأدب السندی، کراتشی

96ـ مثیر العزم الساکن إلی أشرف الأماکن ـ مکتبة الصحابة جدة و مکتبة التابعین، القاهرة، الطبعة الأولی ١٤١٥ھـ

97ـ مجامع المناسك و نفع الناسك ـ مدرسه اسلامیة نقشبندیة افغانستان

98ـ مجمع الأنهر شرح ملتقی الأبحر ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

99ـ مجمع البحرین و ملتقی النیرین ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

100ـ مجموعة رسائل ابن عابدین ـ المکتبة الهاشمیة، دمشق

101ـ المختار للفتوی مع شرحه للمصنّف ـ دار المعرفة بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٣ھـ ٢٠٠٢م

102ـ مرآة الحرمین، قومندان حرس المحمل، مصر

103ـ مراقی الفلاح فی شرح نور الإیضاح ـ مکتبة مرزوق، دمشق

104ـ المستدرك للحاکم ـ دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٢ھـ ٢٠٠٢م

105ـ المسالك فی المناسك ـ دار البشائر الإسلامیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٤ھـ ٢٠٠٣م

106ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

107ـ المسند لأبی یعلیٰ، دار المعرفة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٦ھـ ٢٠٠٥م

108ـ المسند للإمام أحمد ـ المکتب الإسلامی، بیروت

109ـ المسند للإمام أحمد ـ موسسة الرسالة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھـ ٢٠٠١م

110ـ المسند الحمیدی ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

111ـ المصنّف لعبد الرزاق ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢١ھـ ٢٠٠٠م

112ـ المعجم الکبیر للطبرانی ـ دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٢ھـ ٢٠٠٢م

113ـ معرفة السنن و الآثار ـ دار الکتب العلمیة بیروت ١٤٢٢ھـ ٢٠٠١م

114ـ ملتقی الأبحر مع شرحه ـ دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٩ھـ ١٩٩٨م

115ـ منحة الخالق علی البحر الرائق ـ ایچ ایم سعید کمپنی، کراتشی

116ـ نخب الأفکار فی تنقیح مبانی الأخبار ـ الوقف المدنی الخیری، الهند، الطبعة الأولی

۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٤م

117۔ نہر الفائق شرح کنز الدقائق۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۲۲ھ۔ ۲۰۰۲م

118۔ نور الإیضاح مع شرحہ۔ مکتبۃ مرزوق، دمشق

119۔ الوافی مع شرحہ للمصنّف۔ مخطوط مصوّر

120۔ وقار الفتاوی ۔ بزم وقار الدین، کراتشی

121۔ وقایۃ الروایۃ مع شرحہ۔ مکتبۃ امدادیۃ ملتان

122۔ الھدایۃ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱۰ھ۔ ۱۹۹۰م

123۔ ھدایۃ السالک إلی مذاھب الأربعۃ فی المناسک ۔ دار البشائر الإسلامیۃ بیروت، الطبعۃ الأولی ۱٤۱٤ھ۔ ۱۹۹٤م

124۔ الھدیۃ العلائیۃ۔ مکتبۃ القدس، کوئٹۃ